



تذکرہ
خواجہ خاچگان حضرت میں اللہ عزیز حشمتی اجمیری
سردار علی احمد خان

ناشر: انجمن مہبوب وزارتِ ارشاد پاکستان
نشانہ روڈ، لاہور
29-A

تذکرہ

۳۵۱۰

خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری^ر

از

سردار علی احمد خان

ناشر: انجمن بہبود زائرین پاکستان (رجسٹر)

لشون روڈ لاہور 29-A

3510

86708

~~86708~~

انتساب

حضرت الحاج محمد عثمان غنی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز حضرت حاجی سید عبد المعبود گیلانی قدس سرہ العزیز

چوں ہے نیکو رفتگیں درستختم
ہم نیشنیاں ملائک ساختیم
ذکر نیکو رفتگیں دارو ثواب
عاصیاں را می رہاند از عذاب

(جب ہم نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی تو ہمیں فرشتوں کا ہنسیں بنا دیا گیا۔ گزر گئے صلح و
نیک لوگوں کا ذکر باعث ثواب ہے کہ ان کا تذکرہ گناہگاروں کو عذاب سے بچاتا ہے)



نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہت بوسہ گاہ قدیاں
 نقش پایت سجدہ گاہ انس و جان
 سرگوں برآستانات
 سروراں پرضیاء از نور تو روشن دلال
 حق ترا خواندہ مبشر ہم نذیر
 دیدہ رحمت کشا برخستگاں
 بزم دیں روشن ز نور شمع تو
 مثل پروانہ فدایت عاشقان
 قافلہ سلاں امت ذات تو
 رہروان حق سوئے منزل روائی
 درشب معراج رفقی برفلک
 گرد راہ تو نجوم و کمکشان
 روز محشر ماز عصیاں شرمسار
 یک نظر اے دیگیر بیکسل

راجی شفاعت و غفران سردار علی احمد خان

منقبت حضرت خواجہ غریب نواز

از سردار علی احمد خاں

روئے تو مست یا خورشید یا برگ سمن
از جمالت شد ہویدا بوئے باغ ذوالمن
اے گله زینه و رعناز بلغ پنج تن
وصل تو خوشر بود، پیوستہ چوں جل دربدن
تو دم عیسیٰ بحق مذنبان پژمرده ہا
یوسف مصری تو یا سلطان خوبان ختن
اے که تنویر منور از جمل مصطفیٰ
حسن فضل دریاد ہند ہر سو ضوفگن
آتش عشقت زیادہ کن ز الطاف خصوص
شعلہ جل سوز برزن یا معین الدین حسن
غرق عصیانم، خرامم، بے نوائیم، یک فقیر
عنو تقیرات خواهم از طفیل پنجتن
یک نگہ رحم برحال من مسکین زار
یا ولی اللہ، سلطانم، معین الدین حسن
پر تو انوار احمد گشت فانوس تشن
شعلہ ازوے روائیں یامعین الدین حسن

پیش لفظ

بر صغیر ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کی حکمرانی صدیوں پر محیط ہے لیکن اس خط عظیم میں مسلمان حاکموں، بادشاہوں اور روسانے اسلام کی اشاعت کی طرف کبھی مطلوبہ توجہ نہیں دی۔ یہ کارنامہ صوفیا کرام نے سرانجام دیا۔ چنانچہ اسلامی ہند کی تاریخ کا روشن ترین باب مشائخ و صوفیا کی ان عملی کلوشوں کا تذکرہ ہے کہ جن کی بدولت اشاعت دین متین ہوئی اور معاشرے کی خالص اخلاقی اقتدار اسلامی بنیادوں پر مستحکم ہوئی۔ اس بارے میں مرحوم کرتل خواجہ عبدالرشید نے لکھا ہے کہ ”جمل علماء اخلاف اور رخنے پیدا کرنے میں مشغول رہے، صوفیا تبلیغ اور تنظیم میں مشغول رہے، علماء نے نہ صرف مذہبی اور سیاسی پارٹیاں بنائے کر امت کا شیرازہ بکھیرا بلکہ بسا اوقات (مسلمان) حرارنوں کو دھوکہ دیکر انقلاب کروائے۔ صوفیاء اسلام کا کردار ان سے بہت بلند ہے۔ انہوں نے نہ صرف حکمرانوں کو صحیح نسبتیں دیں بلکہ مملکت کے کام میں سوتیں پیدا کیں اور قوم میں بیکھڑتی کی جو جھلکیں ہمیں تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ وہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھیں۔“

علماء حق کے کردار سے کسی شخص کو بھی انکار نہیں ہو سکتا اور کوئی بدجنت ہی ان پر انگشت نمائی اپنی جہالت و خطاوت کے سبب کرے گا۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر موجود ہے کہ علماء حق کا گروہ بھی انہی صوفی اولیا اللہ کے قافلہ میں شریک سفر رہا ہے دراصل خرابی کی جڑ علماء سو کا وجود تھا۔ جن کا اکثر حالتوں میں آمرانہ حکومتوں کے ہرجائز و ناجائز کردار و کاروبار کے لئے اسلام سے جواز نکالنا اور اپنی دنیاداری اور جلب زر کے لئے الو سیدھا کرنا تھا ایک خرابی علماء سونے یہ بھی پیدا کی کہ سیدھے سلاۓ نہ ہب کے اندر منطق و فلاسفہ کی وہ موشکافیاں اور تولیمیں کرنا شروع کیں کہ جو عام سمجھ بوجہ کے آدمی کے بس کا کام نہ تھا۔ نتیجہ یہ مرتب ہو تاگیل۔ کہ عام آدمی مذہب سے بیزار ہو تاگیل۔ ”الست بر بکم کے جواب میں“ قالو ابلا“ کہنے والی روح کو اس دنیا میں اپنی حیات مستعار کے لئے جس سکون قلبی کی اور تلاش معبد حقیقی کی اندر سے طلب تھی۔ وہ علمی اور فکری موشکافیوں میں تھی کمل؟

خواجہ صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ تحریک تصوف ایک طرح سے علماء سو کے خلاف ایک شعوری انقلاب تھا جس نے افراط و تفریط کے بر عکس ایک متوازن عملی لائجہ عمل پیش کیا۔ اور اپنے حلقة ہائے ارادت کو صحیح اسلامی پرث سے آشنا کیا۔

ملک تصوف فی الاصل قلب کی صفائی حاصل کرنے کا طریق ہے۔ انسان کو ہمیشہ سکون قلب کی تلاش رہی ہے اور آج بھی ہے یہ سوائے اولیاء اللہ کے اور کہیں سے کہیں ملتی ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہندوستان میں صوفیاء کے قافلہ سالار تھے آپ نے منظم طریق سے اشاعت اسلام اور اصلاح اخلاق کا بیڑا اٹھایا۔ ملک بھر میں تبلیغ اور رشد و ہدایت کے لئے تربیت یافتہ خلفاء بھیجے، جنہوں نے تن من وہن سے لاپرواہ وہ کارہائے نمایاں کر دکھائے کہ جنہیں پڑھ کر قاری تحریر میں ڈوب جاتا ہے اور اس کیفیت سے ابھرتا ہے تو اس کا قلب منور ہوتا ہے۔

بر صغیر میں چار بڑے روحلانی سلاسل اب تک موجود ہیں۔ چشتیہ، سروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ ان میں سے سلسلہ عالیہ چشتیہ بطور خاص عشق و محبت کا سلسلہ ہے۔ مرشد نگاہ سے مرید کو کہل سے کمل، کس مقام پر پہنچا دتا ہے کہ یہ چشتی سلسلہ کا خاصہ ہے علامہ اقبال کی وہ بات کہ ”بس اک نگاہ سے بندوں کو رام کرتے ہیں“ چشتی بزرگوں کے فیضان نظر کی ترجمان ہے۔

خواجہ غریب نواز چونکہ اہل تصوف میں سے تھے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں مزید کچھ بیان کر دیا جائے تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفس اور تزکیہ اخلاق اور تعمیر ظاہر و باطن کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس علم کی عالمیت وصول الی اللہ اور سعادت ابدی کا حاصل کرنا ہے درحقیقت تصوف ایک مخصوص طرز زندگی کا ہام ہے کسی خاص علمی نظریے کا ہام نہیں ہے اور وہ اس لئے کہ تصوف کا تعلق ”عمل“ سے ہے، الفاظ کی قتل و قتل سے نہیں۔ اہل روحانیت کو راہ سلوک طے کرتے ہوئے جو واردات و کیفیات قلب پر طاری ہوتی ہیں۔ ان کے اظہار کے لئے الفاظ کا ذریعہ دور تک ساتھ نہیں دے پاتا اپنے علم و فضل کے بلوغ و کوئی شخص واردات قلب کی کیفیت اور اس سے مرتبہ احساسات و ادراک کی حقیقت اور اصیلیت کماحتہ، بیان نہیں کر سکتے۔ تصوف تجربہ اور مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں منطقی موہنگیوں اور عقلی مباحث و دلائل سے کام نہیں چل سکتا کہ یہ تو سراسر حل کا معاملہ ہے۔ قتل کا نہیں۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ پر ہیں لیکن اس کا کیجاۓ کہ حضرت انسان کی فطرت میں تلاش و جستجو کا جو مادہ و دلیعت کیا گیا ہے، اس کی بنا پر ابن آدم حتی المقدور ہر چیز۔ ہر جذبے اور ہر ایک فکری جست کی مہیت اور گمراہی و گیرائی جانے کے لئے مضطرب رہتا ہے اسی موضوع کے پیش نظر اہل تصوف اور علمائے علوم باطنی نے بیان ہو سکنے کے قابل اپنے تجربات پر مشتمل بہت سی تحریریں بطور ورقہ چھوڑی ہیں۔

جن کی بدولت عام لوگوں کو کچھ نہ کچھ واقفیت بہم پہنچ سکتی ہے۔

تصوف کا ایک علمی پہلو یہ ہے کہ اس اصطلاح سے کیا مراد ہے اور صوفی کے کتنے ہیں۔ اور یہ کہ اس کے امور و اشغال اور نسب العین کیا ہیں مسائل فلسفہ، ذات خداوندی کائنات، موجودات اور انسان کے حوالوں سے ایک صوفی کے کیا نظریات ہیں۔

عالم موجودات میں ہمیں ہر ایک شے کے دو پہلو نظر آتے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی مثلاً "رنگ کسی پھول کا ظاہری پہلو ہے اور خوبصورتی اور اسی طرح جسم انسان کا ظاہری اور روح اس کا باطنی پہلو ہے۔ صوفیاء کا کہنا ہے کہ آدمی محض عناصر اربعہ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کی حیات کا ایک روحلانی پہلو بھی ہے جو ملودی پہلو سے زیادہ اہم ہے اور اس طرح ان کے بقول روحانیت ہی حقیقی انسانیت ہے کیونکہ باطن مستور ہوتا ہے اس لئے عام لوگوں کی نظر اس تک نہیں پہنچ پاتی مثلاً" جیسے رنگ آنکھ سے نظر آتا ہے لیکن خوبصورت نہیں آتی کہ اس کے لئے سوچنے کی طاقت درکار ہے اور اسی طرح جسم تو نظر آتا ہے لیکن روح نظر نہیں آتی اسے معلوم کرنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سائنس ہمیں مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ کائنات کے بعض حقائق کا علم اور ان کی ماہیت کی دریافت میں مدد کرتی ہے۔ فلسفہ کے ذریعہ غور و تدریج حقیقت کی جاتب رہنمائی کرتے ہیں جبکہ شریعت یعنی مذہب دنیاوی زندگی کا دستور العمل ہمیں دیتی ہے۔ اور جملہ تک تصوف کا تعلق ہے تو یہ عشق خدا اور محبت رسول خدا کو روحلانی مقاصد کے حصول کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ تصوف مذہب اسلام کی روح ہے اور مذہب کی عمدہ ترین اور صحیح تر تعبیر ہے اور اس کا مقصد ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ عاجزی اختیار کی جائے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کی جائے اور سوائے ذات باری کے اور کسی سے واسطہ نہ رکھا جائے۔ اسلامی تصوف کی ابتدا حضور نبی کریمؐ کی تعلیمات سے ہوتی اور آپؐ کی روحلانی دعوت بعد میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے کرام نے پھیلائی صوفیا اور اولیاء اللہ جنہیں عام طور سے بزرگان دین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے سنت نبوی پر کلاماً" کا رد رہے ہیں۔ سلطان الندو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مخطوطات کا مجموعہ موسومہ یہ دلیل العارفین کو لے لیجئے اس میں ابتداء سے آخر تک نماز اور مسنونہ عبادات کی تاکید ملتی ہے اور پوری کتاب میں سنت نبویؐ کے اہمیت سے حاصل ہونے والے فضائل کا ذکر ہے۔ یہ امر ثابت ہے کہ بزرگان دین کا عمل اپنی کیا ہوا تصوف اسلام کے روحلانی عناصر کی ارتقاء صورت ہے اس کی مبلویات قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں اور جن کی تصریح، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے محلہ کرام اور مابعد

ولیاء اللہ نے اپنے طرزِ عمل سے اہل دنیا کو پیش کی علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ
تصوف ان مذہبی علوم سے تعلق رکھتا ہے جو اسلام کی بدولت ظہور میں آیا چنانچہ صوفیانہ
طریقوں کو اصحاب رسول مقبول اور تابعین نے ہمیشہ پسندیدگی سے دیکھا اور وہ خود ان
اصولوں پر عامل تھے کہ جو صحابہ کرام کا خاصہ تھا۔ ان کے بڑے بڑے اصول یہ تھے (1)
تقویٰ میں سرگرمی (2) راہِ خدا میں ایثار (3) دنیاوی جاہ و شوکت سے پرہیز (4) جسمانی لذات
سے احتراز (5) دنیاوی دولت اور امارت سے استغنا (6) مراقبہ اور بیشتر اوقات میں خلوت و
گوشہ لشتنی اور (7) یادِ الہی۔

خواجہ غریب نواز کی حیات طیبہ اسلامی تصوف کی جیتی جاگتی تصوریہ اور سنت نبوی کا
ایک حصین مرقع ہے اور یہ انہی سے مرتبہ اعمال صلح کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ہندوستان میں
اشاعت اسلام کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا جس کے لازوال اور انہٹ نقوش بر صیر کے 40
کروڑ مسلمانوں کی زندگیوں پر اب تک اثر انداز ہیں خواجہ غریب نواز کو نائب رسول فی الند
کہا گیا ہے اور اس میں بلاشبہ کوئی مبالغے والی بات نہیں ہے۔

خواجہ صاحب کے سوانحی حالات

نام و نسب: آپ کا نام معین الدین تھا اور آپ کے والد محترم سید غیاث الدین کے نام کے ساتھ حسن بھی جزو تھا اس لئے آپ کے نام کا بھی یہ جزو ہو گیا۔ تذکرہ نگار خواجہ کا پورا اسم شریف سید معین الدین حسن سعمری چشتی لکھتے ہیں اور آپ کے القاب اس طرح ہیں۔ قطب المشائخ، سلطان العارفین، سراج السالکین، خواجہ بزرگ، ہندوالی عطاء رسول، وارث النبی فی النہد، ملک المشائخ، سلطان السالکین، منہاج المستقین، قطب الاولیاء، شیخ الفقراء، ختم المحدثین، غریب نواز صبط انوار خواجہ صاحب صحیح النسب سلوات حسنی حسینی، جواہر فریدی میں آپ کا پدری نسب نامہ یوں درج ہے۔

”حضرت خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین حسن بن سید حسن احمد بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام محمد بن امام حسن عسکری بن امام نقی بن امام علی موسیٰ رضا ابن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ۔“

حضرت خواجہ معین الدین کی ولادت 537ھ میں بحستان (یا سیستان) کے قبیہ سجر میں ہوئی اکثر روایتوں کے مطابق آپ کا یوم ولادت دو شنبہ اور مہارجب کی 14-تاریخ تھی۔

تعلیم: آپ کی ابتدائی تعلیم اور نشوونما خراسان میں ہوئی۔ چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں آپ کے والد کا سالیہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے دو اور حقیقی بھائی تھے جائیداد پدر آپس میں تقیم ہوئی تو معین الدین صاحب کے ترکہ میں ایک باغ اور ایک پن چکی آئی جس کی آمنی سے آپ گزر بر کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے باغ میں ابراہیم قدوری آگئے۔ خواجہ معین الدین صاحب نے ان کے سامنے انگور پیش کئے۔ انہوں نے کھلی کا ایک نکڑا چبا کر آپ کے منہ میں دیا۔ اس کا کھانا تھا کہ آپ کا دل انوار اللہی سے منور ہو گیا اور اسیا بدنیا سے طبیعت میں تنفس ہوا۔ اسی دن اپنا ملکیتی باغ اور دیگر تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو فروخت کر کے مساکین میں تقیم کرنے کے بعد خود طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے، پسلے بخارا اور پھر سرفقد پسچے جہل کلام مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم سے فراغت کے بعد خواجہ صاحب سرفقد سے سر زمین عراق میں وارد ہوئے۔ بہت سے علماء اور صلحاء سے کب فیض کیا۔

یہل سے آپ قبہ ہرون (ہارون) میں حضرت شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ بیعت کے وقت مرشد نے مرید سے وضو کرایا اور رکعت لفٹ پڑھوا کر قبلہ رخ ہو کر سورہ بقر پڑھنے کو کہا اور اس کے بعد اکیس بار درود شریف پڑھوایا اور سائٹھ مرتبہ سبحان اللہ کملوا کر آسمان کی جانب اپنا چہرہ اٹھا کر مرید کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ”تراب خندار سانیدم و مقبول حضرت او را گردانیدم“

پھر خواجہ صاحب کے سر کے بال قینچی سے تراشے اور کلاہ چار ترکی اور کبل عطا کیا مرشد کی صحبت میں رہ کر آپ نے راہ سلوک میں شبانہ روز عمل کیا اور فضل خداوندی سے اپنے قلب کو انوار الہی سے روشن پایا۔

شجرہ طریقت بخواجہ صاحب کا شجرہ طریقت یوں ہے۔

(1) خواجہ عثمان ہارونی (2) خواجہ حاجی شریف زندانی (3) خواجہ محمد مودود چشتی (4) خواجہ ابو یوسف چشتی (5) خواجہ ابو محمد چشتی (6) خوجہ ابو احمد چشتی (7) خواجہ ابو الحسن شامی حنی سلار چشتیاں (8) خواجہ مششو علی دینوری (9) خواجہ امین الدین الی بیہہ بصری (10) خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی (11) خواجہ ابراہیم ادھم (12) خواجہ ابو الفیض فضیل (13) خواجہ ابو الفضل (14) خواجہ حسن بصری (15) حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ،

حضرت خواجہ ابو الحسن شامی قبہ چشت (ضلع خراسان میں ہرات کے نزدیک) کے باشندہ تھے اسی نسبت سے چشتی کہلائے اور ان کا روحلانی سلسلہ چشتی سے موسم ہوا۔

غوث پاک سے رشتہ داری حضرت خواجہ معین الدین چشتی غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ اس طرح کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ حضرت عبد اللہ الجملیؒ کے پوتے تھے اور خواجہ معین الدین کی والدہ محترمہ بھی حضرت عبد اللہ الجملیؒ کی پوتی تھیں۔ ان دونوں کے والد حقیقی بھائی تھے۔ اس طور رشتہ کے اعتبار سے خواجہ صاحب کی والدہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی بھچا زاد بیٹن ہیں۔ چنانچہ اس رشتہ سے خواجہ صاحب حضرت غوث الاعظم کے بھانجہ ہیں۔ خواجہ صاحب اور غوث پاک آپس میں خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔ ایک رشتہ سے خواجہ غریب نواز کی ہنماںی رشتہ میں خالہ اور دو دھیانی رشتہ میں بیٹن ہیں۔ پس خواجہ معین الدین چشتی حضرت غوث الاعظم کے خالہ زاد بھائی اور ماموں بھی ہوتے ہیں۔

خواجہ صاحب کی ولادت قبہ سنج (سیستان) میں 14 رب 537ھ کو ہوئی بعض

مورخوں نے مقام پیدائش چشت لکھا ہے۔ آپ کی وفات ۶ رب ۶۳۳ھ بیان کی جاتی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کا وصال چھ رب ۶۲۷ھ بمقابل ۲۱- مئی ۱۲۳۰ء بروز دوشنبہ ہوا۔ کچھ مورخین نے تاریخ وفات ۶ رب کی بجائے ۷ رب کہی ہے۔

خدمت مرشد بخواجہ صاحب سالمہ سل مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر خدمات شائستہ سرانجام دیتے رہے۔ سفر میں مرشد کا بسٹر اور دوسری ضروری اشیاء اپنے سر پر رکھ کر چلتے۔ بعض روایتوں کے مطابق بیس برس چھ ماہ آپ خدمت مرشد میں رہے۔ صاحب دلیل العارفین نے یہ عرصہ آٹھ سال لکھا ہے۔

مرشد کی معیت میں خواجہ معین الدین صاحب نے سیستان۔ دمشق۔ اوش، بد خشن بغداد کی سیاحت کی اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے اور بہت سے بزرگوں سے روحانی فوض و سعادت حاصل کیں۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خواجہ معین الدین سے بڑی محبت تھی۔ فرماتے تھے کہ ”معین الدین محبوب خدا است و مرا فخر است بر مریدی او۔“ مرشد کے ساتھ خواجہ صاحب نے سیستان میں شیخ صدر الدین محمد سے ملاقات کی اور اوش میں خواجہ بہاؤ الدین اوشی سے فیض پایا۔ حضرت عثمان ہارونی نے خواجہ معین الدین کے حق میں خانہ کعبہ میں اور روضہ رسول مقبول پر دعائیں کیں۔ مرشد و مرید نے سرکار دو عالم کے آستانہ علیہ سے گوش شناوا سے نہ۔

”معین الدین دوست ماست اور اقبول کروم و بر گزیدم۔“

سیر الاقطب میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں ہی بارگاہ سرور کوئین سے حضرت خواجہ معین الدین کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی۔

سیاحت و فیض یابی بخواجہ صاحب نے اپنے مرشد کے ہمراہ اور بعد میں اکیلے بہت سے مقامات کی سیرو سیاحت کی اور گرامی اولیاء اللہ سے ملاقي ہوئے سجن میں آپ شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملے۔ وہاں سے بغداد شریف پہنچے اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقدور جیلی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہم صحبت رہے اور ان ہی کی معیت میں جیلان و بغداد کی سیر کی یہیں آپ نے شیخ فیاء الدین اور شیخ شہاب الدین سروردی سے ملاقاتیں کیں۔ شریمان میں آپ نے حضرت یوسف ہمدانی اور خواجہ واحد الدین کمالی سے ملاقاتیں کیں۔ تبریز میں حضرت ابوسعید کے ہم صحبت رہے۔ اس کے بعد خواجہ محمود صاحب سے اصفہان

جاکر فیض لیا۔ یہاں سے سیدھے مند کارخ کیا اور خواجہ ابوسعید مندی سے ملے اور وہاں سے استر آپلوی گئے جمل خواجہ ناصر الدین صاحب ولائت جلوہ افروز تھے اس وقت ان کی عمر 127 برس کی تھی اور وہ حضرت بیزید بسطامی کی اولاد سے تھے۔ خواجہ صاحب کا اگلا پڑاؤ غزنی تھا جمل آپ شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنوی سے ملے۔ خیال رہے کہ خواجہ معین الدین صاحب کی سیاحت راہ سلوک کی کثھن منزلیں طے کرنے کی غرض سے تھی وہ ہر اس اہم مقام پر گئے جمل معرفت کے سمندر کے شلنور موجود تھے۔ خواجہ صاحب ان کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا کرتے اور بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر چلہ کر کے فیوض باطنی حاصل کیا کرتے تھے۔ خرقان میں شیخ ابوالحسن خرقانی (المتوفی 425ھ) کے مزار پر اور ہرات میں شیخ عبد اللہ انصاری (المتوفی 481ھ) کی قبر شریف پر مراقبہ کیا اور جب یہاں شب بیداری کرتے تو تمجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔ (سیر العارفین)

غزنی سے خواجہ صاحب لاہور آئے جمل حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا سجن بخش لاہوری کے مزار اقدس پر مراقبہ کیا اور فیض یابی کے بعد یہ مشور شعر کہا۔

سجن بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصان راجیر کامل کلام را راہنمایا

خواجہ صاحب لاہور سے براستہ سلطانہ دہلی اور وہاں سے اجمیر گئے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ دہلی میں حضرت خواجہ معین الدین نے اس جگہ پر قیام کیا کہ جمل شیخ رشید علی کی قبر اور اس سے مصل مسجد بھی تھی۔

دہلی اور اجمیر پر ان دنوں پر تھوی راج عرف رائے ہتمورا کی حکومت تھی اس کے کارندوں نے حضرت خواجہ معین الدین کے قیام میں بڑی رکلوٹیں پیدا کیں۔ آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا ناطقہ بند کرنے کی تمام تدبیر اختیار کیں لیکن خواجہ صاحب کی بزرگی اور کرامت کے مقابلہ میں مخالفین بے بس اور لاچار ہوئے تو انہوں نے اپنی مدد کے لئے جو گیوں اور جادو گروں کی خدمات حاصل کیں۔ جن کا سرکردہ ہے پال تھا۔ خواجہ صاحب کے بڑے بڑے معرکے ان سے ہوئے اور بلا خر اپنی روحلنی قوت سے حضرت ان سب پر غالب رہے۔ اکثر جو گیوں نے اسلام قبول کیا اور ہے پال بھی مسلم ہوا اس کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا گیا اور اسے بعد میں خواجہ صاحب نے خلافت بھی عطا کی۔

جب خواجہ صاحب کی تبلیغ کے اثر سے جو ق در جو ق ہندو لوگ دائہ اسلام میں آئے گئے اور رائے ہتمورا کے کئی ایک درباری اور عوائدین بھی مشرف ہے ایمان ہوئے تو رائے

۱۴۲

تھورا نے خواجہ صاحب کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا، جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ”تھورا رازنہ یہ مسلمان داویم“ حضرت کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی چنانچہ سلطان شاہ الدین نے ۵۸۸ھ میں تراویزی کے مقام پر رائے تھورا کو نکست فاش دی، تھورا دریائے سرسوتی کے کنارے گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ فتح کے بعد سلطان شاہ الدین حضرت خواجہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور بیعت سے مشرف ہوا۔ شاہ الدین غوری کی فتح ہند کے بعد اہل اسلام کے سیاسی اقتدار اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے فوض و برکات سے بر صغیر ہندو پاکستان اسلام کے نور سے روشن ہو گیا۔ ”بر صغیر میں اسلام آتے ہی دو متوازی حکومتیں قائم ہو گئیں ایک ان لوگوں کی تھی جن کے ہاتھوں میں تکوار و تفہم تھے اور دوسری ان درویشوں کی جن کے ہل فتو و فاقہ تھی لیکن جن کی بدولت ہندوستان اور پاکستان کے علاقہ جات میں اسلام کی بھی عظمت اور شوکت قائم ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب اور آپ کے سلسلہ عالیہ کے ذریعہ تقریباً نوے لاکھ (90 لاکھ) ہندو حلقة گوش اسلام ہوئے اور آج انہیں لوگوں کی نسلیں برصغیر میں 40 کروڑ کے لگ بھگ ایک عظیم سیاسی اور سماجی قوت ہیں۔

از فیض او بجائے صلیب و کلیسا
در دار کفر، مسجد و محراب و منبر است
آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکان
اکنو خوش نغمہ اللہ اکبر است

ازدواجی زندگی اور اولاد بخواجہ صاحب نے اجیر کے قیام کے زمانہ میں دو شلویاں کیں۔ پہلی زوجہ بی بی عصمت بنت سید و جیہہ الدین مشهدی تھیں، یہ محترم خاتون سید حسین مشهدی خنگ سوار جو سلطان قطب الدین ایک کی جانب سے اجیر چھاؤنی کے کلمانڈر تھے) کی پچا زاد بیٹی تھیں۔ ان کے بطن سے تین بیٹیے ہوئے خواجہ محی الدین شیخ ابوسعید (2) خواجہ ضیاء الدین عرف الخواردین ابو الخیر (3) خواجہ حام الدین صاحب کی دوسری الہیہ ایک نو مسلم راجپوت راجہ کی بیٹی تھیں ہم ان کا بی بی امۃ اللہ تھا۔ ان کے بطن سے بی بی حافظ جمل پیدا ہوئی تھیں۔ اپنی اولاد میں سے خواجہ صاحب نے خواجہ الخواردین اور بی بی حافظ جمل صاحبہ کو خلافت سے نوازا۔ بی بی حافظ جمل عورتوں میں تبلیغ کیا کرتی تھیں اور انہیں شرعی اور روحانی تعلیم دیا کرتی تھی۔ ان کا عقد شیخ رضی الدین عبد اللہ بن قاضی حمید الدین ناگوری سے ہوا۔ دو فرزند تولد ہوئے جو صغری سنی میں فوت ہو گئے تھے۔

آپ کے صاحبزادہ خواجہ فخر الدین صاحب بیس برس تک زیب وہ مند ارشاد و ہدایت رہے۔ آپ کی وفات عمر 63 سال 653ھ میں ہوئی اور جائے وفات شوار سرحد سابقہ ریاست کشن گڑھ (راجستان) ہے جو کہ اجمیر شریف سے 34 میل کے فاصلہ پر ہے۔

دوسرے صاحبزادہ شیخ ابو سعید کم سنی میں ہی وفات پا گئے۔ آپ کے تیرے صاحبزادہ خواجہ شیخ حام الدین سن شعور سے ابدالوں کی صحبت میں رہتے تھے اور آخرش رجال غیب میں شمار کئے گئے۔ (گزار ابرار غوثی)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے پوتے جناب حام الدین سوختہ تھے جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب اللہ کے ہم عصر تھے حضرت سوختہ کے خلف خواجہ معین الدین خورد تھے جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید تھے خواجہ خورد کی قبری بی حافظ جمال صاحبہ کے سمت پائیں ہے۔

لباس و غذا: خواجہ معین الدین کے فقیرانہ لباس میں دو ہر ان بخیہ ہوتا تھا۔ یہ پوشک دوتائی اگر کہیں سے پھٹ جاتی تو بخیہ کر لیا کرتے یا ضرورتاً "پونڈ لگا لیتے۔ عموماً" پرانی چندیاں پونڈ لگا کر پہن لیا کرتے۔

ریاضت کے ابتدائی زمانہ میں آپ سات سات دن تک لگاتار روزے رکھتے اور صرف پانچ مشقیں وزن کی تکمیل سے روزہ افطار کرتے۔ با اوقات خشک روٹی کو پانی میں تر کر کے کھالیا کرتے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب صائم الدہر ہے۔ سفر میں آپ تیوکلن بمکدان اور چتمان ساتھ رکھتے اور چند پونڈ کاشکار کر کے روزہ افطار کرتے۔

مصنف و شاعر بخواجہ صاحب نے اپنے مرشد حضرت عثمان ہارونی کے ملفوظات کو مرتب کیا اور اسے "انیس الارواح" سے موسم کیا۔ آپ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے اس کے بارے میں صاحب آتش کرہ آذر نے آپ کی دو رباعیات درج کتاب کی ہیں جو "تبرک" یہیں نقل کی جاتی ہیں۔

عاشق ہمہ دم فگر رخ دولت کند
معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
ما جرم و خطا کنیم اولطف و عطا
ہر کس چیز کے لائق اوست کند

اے بعد نی برسر تو تاج نبی
اے داد شہاد زستی تو باج نبی
آئی تو کہ معراج تو بالا ترشد
یک قامت احمدی ز معراج نبی

یہاں یہ عرض کرنا نامناسب نہ ہو گا کہ خواجہ معین الدین چشتی اجیری کے نام سے منسوب دیوان اشعار کی اکثر غزلیات ملائیں کاشتی ہراتی کی ہیں جو نویں صدی ہجری کے درویش علماء میں سے تھے۔ شاہ ہست حسین پادشاہ ہست حسین والی رباعی بھی خواجہ معین الدین چشتی کی نہیں ہے لیکن یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ حضرت خواجہ شاعر بھی تھے۔

معمولات: آپ بہت کم سوتے تھے اور عام طور سے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی حلاوت صبح اور رات کے وقت کرتے تھے۔ نقل ہے۔ کہ ایک کلام پاک صبح اور دوسرا رات کے وقت ختم کیا کرتے تھے۔ مجاہدہ کے ابتدائی دور میں جب آپ کسی قبہ یا شرمیں پہنچتے تو وہاں کے قبرستان میں قیام کرتے تھے، لیکن اگر لوگوں کو آپ کی خبر لگ جاتی تو وہاں سے چپ چاپ کسی اور سمت نکل جاتے۔ آپ کی طبیعت میں درگزر اور معاف کر دینے کی صفت درجہ کمل میں تھی اپنے مریدوں اور خلفاء سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے آپ کے لنگر خانہ میں بڑی فراوانی سے کھانا پکتا تھا۔ جس سے غریب و ندار مسافر پر لیکی۔ طباء۔ مہمان اور فقراء شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے تھے لنگر کے خرج کے لئے کسی سے ایک پیسہ بھی نہ لیتے تھے۔ جب خرج ختم ہو جاتا تو اپنے مصلی کا ایک کونہ اٹھاتے اور خالوم مطیع کو حسب ضرورت خرج عطا کر دیتے تھے۔ کسی پڑوی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے جنازہ کے ساتھ ضرور جایا کرتے تھے نماز جنازہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ قبرستان سے واپس ہو جاتے تو آپ تہامیت کی قبر پر بیٹھے رہتے اور دعائیں پڑھ کر ایصال ثواب کیا کرتے۔ قبر و آخرت کا کبھی ذکر آ جاتا تو خواجہ صاحب پر گریہ طاری ہو جاتا اور کبھی چھین مار کر رہتے۔ خواجہ صاحب شریعت کے آداب کی پابندی کرتے اور اتباع سنت کا پورا الحافظ رکھتے تھے۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور مریدوں کو اس کی خاص تلقین فرماتے۔ خواجہ صاحب حدیث نبوی بیان کرتے تو ان پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اپنے ملفوظات میں حضور نبی اکرمؐ کا ذکر خیر نہایت ہی والہانہ انداز میں فرماتے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے روز حضور سرور دو عالمؐ سے شرمندہ ہو گا۔ اس کی جگہ کمال ہو گی جو آپؐ سے شرمندہ ہو گا اور وہ کمال جائے گا۔ خواجہ صاحب یہ

فرمانے کے بعد ہائے ہائے کر کے رو پڑتے۔ (سیرالاقطاب)

خواجہ معین الدین چشتی ساری زندگی عشق خدا میں بے خود و وارفة رہا کئے اور ساتھ ہی ساتھ محبت رسول مقبول علیہ السلام سے سرشار و مجنور رہے۔

سماع بسلسلہ عالیہ چشتیہ میں سماع جائز ہے۔ خواجہ صاحب اس کا ذوق رکھتے تھے اور اس سے آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ دلیل العارفین میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ جب خواجہ معین الدین صاحب حضرت ابو یوسف چشتی کی خانقاہ میں قیام پذیر تھے تو وہاں محفوظ میں ذیل کے دو اشعار سن کر خواجہ معین الدین کئی روز تک بے ہوش رہے۔

عاشق بہ ہوائے دوست بے ہوش بود
و زیاد محبت خویش مدھوش بود
فردا کہ بہ حرث مغلق حیراں ماند
نام تو درون سینہ و گوش بود

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا قول ہے کہ سماع اسرار الحق معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ سماع سے تین ساعتوں میں حاصل ہوتی ہیں (1) انوار (2) احوال (3) آثار اور یہ تین چیزوں پر نزول کرتی ہیں یعنی اول ارواح پر دوم قلوب پر اور سوم جوارح پر۔ سیرالاقطاب میں خواجہ قطب الدین اختیار کاکی دہلوی سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی محفوظ میں بغداد کے دیگر مشائخ کبار کے علاوہ جو بزرگ شریک ہوا کرتے تھے ان میں حضرت شاہ الدین سرور دی، شیخ محمد کمانی، شیخ محمد صفائی، شیخ برہان الدین چشتی، مولانا بمال الدین بخاری، مولانا محمد بغدادی، خواجہ اجل سنجی، شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ احمد بن محمد اصفہانی شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ اوحد الدین، شیخ احمد واحد، شیخ برہان الدین غزنوی خواجہ سلیمان اور خواجہ عبدالرحمن خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

تعلیمات و ارشادات: آپ کی تعلیمات نہایت ہی بصیرت افروز ہیں جن کا شخص ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

(1) خدا پر توکل کئے رہو اور کسی سے کوئی توقع نہ رکھو۔

(2) جو خدا تعالیٰ کا دوست ہوگا اس میں یہ صفات ضرور ہوں گی (1) اختیار صحبت صالحین (2) سخاوت (3) شفقت اور (4) تواضع

(3) تین چیزیں گوہر نفس ہیں (1) دشمن سے دوستی کرنا (2) اپنے افلاس کو چھپانا اور اپنا دکھ

- (1) درد کسی سے ظاہرنہ کرنا (2) خداوند کرہم پر کامل توکل رکھنا۔
- (3) ثابت قدم مرید وہ ہے جس سے میں سال تک کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہو۔
- (4) عاشق وہ ہے کہ آج صبح کی نماز ادا کرے اور دوسری صبح تک اس کی لذت اور خیال میں محو ہے۔
- (5) کسی سخت مصیبت یا بیماری میں جتنا ہوتا صحت ایمان کی دلیل ہے۔
- (6) غربیوں سے محبت رکھو اور جھوٹ اور غیبت سے بچتے رہو۔
- (7) جو فقر و فاقہ اور بیماری کو دوست رکھتا ہے خدائے تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔
- (8) نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے۔
- (9) صدقہ دینا ہزار رکعت نفل نماز سے افضل ہے۔
- (10) مومن کو ٹھکلی دینا اپنی ماں بہن سے زنا کرنا ہے ایسے شخص کی دعا سو دن تک قبول نہیں ہوتی ہے۔
- (11) حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اگر کوئی شخص درد و نظیفہ میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اور ادو و طائف چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔
- (12) افضل ترین زہد موت کو یاد کرنا ہے۔
- (13) تین شخص بہشت کی خوبیوں تک نہ پائیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش دوسرا کنجوس آدمی اور تیسرا خیانت کرنے والا بودا۔
- (14) منجمدہ عام عبادات (مثلاً نماز اور روزہ) کے اہل سلوک کے لئے پانچ دیگر عبادتیں ضروری ہیں۔ (1) والدین کی خدمت (2) قرآن مجید کی تلاوت (3) علماء اور مشائخ کی تعظیم اور دوستی (4) خانہ کعبہ کی زیارت (5) مرشد کی خدمت
- (15) ساک کے لئے لازم ہے کہ منجمدہ اور گناہوں کے ان چار گناہوں سے بچے (1) قبرستان میں تقمیہ لگانا۔ (2) قبرستان میں کھانا پینا کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے۔ (3) مردم آزاری کرنا (4) خدا تعالیٰ کا نام لے کر لرزہ براند ام نہ ہونا۔
- (16) عارف کی محبت یہ ہے کہ ذکر حق کے سوا کسی چیز سے لگاؤ نہ رکھے۔
- (17) اہل طریقت کے لئے راہ سلوک میں دس شرطیں لازمی ہیں یعنی صوم و صلوٰۃ کی پابندی۔ تقویٰ، استقامت شریعت کم کھانا اور کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے کم میل جوں رکھنا، طلب حق، طلب مرشد کامل، ادب و رضا، محبت و ترک فضول۔

(19) اسی طرح دس شر میں اہل حقیقت کے لئے ضروری ہیں۔

(1) معرفت میں کامل ہونا (2) کسی کو رنج نہ پہنچانا اور نہ کسی کی برائی کرنا۔ (3) لوگوں سے ایسی گفتگو کرنا جس سے ان کی دنیا اور عاقبت میں نفع کا پہلو ہو (4) تواضع کرنا (5) خلوت اختیار کرنا (6) ہر آدمی کو عزیز و محظوظ رکھنا اور اپنے آپ کو سب سے کم ترجیحنا (7) رضا و تسلیم (8) ہر دکھ درد اور مصیبت میں صبر و تحمل کرنا۔ (9) عجز و نیاز اور طبیعت میں سوز و گداز کا پیدا کرنا (10) قناعت اختیار کرنا اور توکل پسند ہونا۔

(20) چاہئے کہ بندہ درود شریف پڑھنے کی کثرت کرے۔

(21) اذکار و اشغال جو معمولی ہیں ان کی تکمیل مرشد کے رو برو کرے جو واقعہ گزرے اس کو سوائے مرشد کے کسی سے نہ کرے۔

(22) کلام اولیاء اللہ پڑھنا نافع ہے۔

وفات بیرون الاقطاب میں تحریر ہے کہ جس رات حضرت خواجہ معین الدین "نے انتقال فرمایا تھا اس شب بعد از نماز عشاء اپنا جمرہ بند کر لیا اور ہم مous کو ممانعت فرمائی کہ کوئی اس جگہ نہ آئے۔ خاصان حضور عالی جمرہ کے گرد موجود رہے انہوں نے جمرہ کے اندر سے ایسی آوازیں برابر سنیں کہ جیسے پیروں کی آہٹ ہو جو عموماً "عاشقان اللہ" کے وجد کرتے وقت سنائی دیتی ہیں۔ رات کے پچھلے پرسروہ آواز بند ہو گئی۔ فجر کی اذان کے بعد مریدان خاص نے جمرہ پر دسکیس دیں اور پکارا کئے لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو مجبوراً "دروازہ کھولا گیا دیکھا کہ حضرت خواجہ وفات پاچکے تھے آپ کی پیشانی مبارک پر خط نور سے لکھا تھا "هذا حبیب
الله مافی حب الله"

حضرت کی وفات بروز دوشنبہ اور بتاریخ چھ ماہ ربیعہ 633ھ میں بعد سلطان شمس الدین الترش وقوع میں آئی۔

کرامات: حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری "کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ آپ کے بنا کردہ سلسلہ کی بدولت تقریباً نوے لاکھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے دوسری کرامت یہ تھی کہ جس فاسق و فاجر پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ ہمیشہ کے لئے گناہوں سے تائب ہو جاتا تھا۔

ایک روز ایک عورت رو تی پیٹتی خواجہ صاحب کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ اس کے بیٹے کو حاکم شر نے تحقیق قتل کر دالا ہے۔ حضرت کو اس عورت پر رحم آیا اور اپنا

عصا لے کر چند خادموں کے ہمراہ اس جگہ پر پہنچے جہاں سر بریدہ لفٹ پڑی تھی آپ نے مقتول کا سر اس کے دھڑ سے ملا کر بلند آواز سے فرمایا کہ اے مظلوم اگر تجھے بے گناہ مارا ہے تو خداوند تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو چند ثانیوں میں اسے جنبش ہوئی اور وہ کھڑا ہو گیا، خواجہ صاحب کو آداب بجا لایا اور اپنی ماں کے ہمراہ اپنے گھر چلا گیا۔

روایت ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ معین الدین، شیخ شاہ الدین اور شیخ واحد الدین کمانی دہلی میں موجود تھے ان کے سامنے سے ایک نو عمر لڑکا تیر و کمان ہاتھ میں لئے گزرا۔ خواجہ صاحب نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ لڑکا دہلی کا حکمران ہو گا کہ ایسا ہی میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے۔ اور یہ میرے سلسلہ (چشتیہ) میں نامزد ہو گا۔ یہ لڑکا شش الدین تھا جو بعد میں سلطان انتش کے نام سے مشہور ہوا۔

غرضیکہ کمال تک بیان کیا جائے آپ کی کرامتوں کے تذکرے کے لئے تو ایک دفتر درکار

ہے۔

86708

ستارہ

خواجہ غریب نواز کا عرس مبارک

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دم قدم سے اجمیر نام کا غیر معروف قصہ، اجمیر شریف کے نام سے مشہور ہوا اور تا قیامت عقیدت کیشان بارگاہ خواجہ اسے متبرک مانتے ہوئے لفظ "شریف" کا اضافہ کر کے ہی اس نورانی جگہ کا محبت سے تذکرہ کرتے رہیں گے۔

برورم از داغ سوائے تو سرتا پائے من
تاجر عشقیم وزیں ہا مایہ سوائے ما
ہر روز ہزاروں زائرین خواجہ ہندوالی حضرت معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے لئے آتے رہتے ہیں۔ سالانہ عرس کے موقعہ پر لاکھوں مسلمان اور ہزاروں غیر مسلم منتیں ماننے اور نذریں گزارنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال لطف سے اور سرکار دو عالم کی رحمۃ اللعالمینی کے صدقہ میں یہاں آنے والے طالب رحمت کو مایوس نہیں لوٹاتے، ہر زائر علیٰ قدر ظرف غریب نواز کے فیوض روحانی سے شاد کام و باصراء ہو کر لوٹتا ہے۔

"خواجہ" تمہاری شان بھی کیا شان ہے کہ تم
بندے خدا کے ہو کے بھی بندہ نواز ہو
حضرت خواجہ کو واصل بالہ ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں لیکن آپ کافیض برابر جاری ہے۔

"ما معین" ذرہ صفت رفت پئے نوراں
نہ طلوع و نہ غروب و نہ زوالے دیدم
بھارت، بُنگلہ دیش، بُرمًا، ایران اور پاکستان سے ہزاروں زائرین عرس کے موقعہ پر اجمیر شریف جو ق در جو ق پہنچتے ہیں۔

بیا کہ کعبہ اہل دل است خواجہ معین
طواف مرقد او می کنند شاہ و گرا
حج بیت اللہ کے عظیم روحانی اجتماع سے دوسرے درجہ پر روحانی اجتماع اجمیر شریف کے عرس پر ہوتا ہے۔ مسلم زائرین یہاں نمازوں کی ادائیگی بڑی پابندی سے کرتے ہیں ان

۲۷

دنوں قرآن خوانی اور مجالس ذکر کا عجیب سماں رہتا ہے۔ آستانہ غریب نواز کی رونق دیدنی ہوتی ہے اور مخالف سماں کے روحاں غذا کے مصداق ہیں ہر شب باقاعدگی سے بربپا ہوتی ہیں۔ سماں کا لطف اور اثر جو یہاں محسوس ہوتا ہے اور کسی جگہ نہیں۔ یہاں قوالی قدیم روایتی انداز میں ہوتی ہے۔ جس میں صدیوں پرانے مخصوص آداب و اکرام کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ قوالی جسے صوفیاء کی اصطلاح میں سماں کہا جاتا ہے چشتی بزرگوں کو مرغوب رہی ہے خواجه غریب نواز نے بھی اسے سنائے۔

قالی

ریڈیو، ٹیلی ویژن پر جو قوالی پیش کی جاتی ہے یا میلے ٹھیلوں، شادیوں اور دیگر عوامی تقاریب میں جس گانے بجانے کو قوالی کا نام دیا جاتا ہے وہ ہرگز روایتی سماں نہیں ہے۔ اب سے پچاس سالہ برس پہلے قوالی بزرگان دین کے عرسوں پر ہی سنی جاسکتی تھی جہاں سامعین کی اکثریت اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنے والوں کی ہوا کرتی تھی قوال جو کلام پیش کیا کرتے تھے وہ صوفیاء کرام کے اقوال و افکار پر مبنی ہوا کرتا تھا اب یہ بات نہیں رہی ہے۔
نکل چکی ہے وہ کوسوں دیار حمال سے

بر صغیر میں قوال زیادہ تر حضرت امیر خرو اور حضرت فخر الدین عراقی کا کلام مگایا کرتے تھے، "قال عموماً" متشعر ہوا کرتے تھے۔ ابتداء میں قوال بغیر ساز کے ہوا کرتی تھی۔ کلام خوشحالی سے پڑھا جاتا تھا۔ پھر عارفانہ کلام دف کی ضرب لگا کر مگایا جانے لگا۔ لیکن حضرت امیر خرو دہلوی (مرید خاص حضرت نظام الدین اولیا محبوب اللہ) کا زمانہ آیا تو ستار اور ڈھوک نے دف کی جگہ لے لی اور شدہ شدہ اور مزامیر بھی استعمال کئے جانے لگے۔ اب قریب ایک صدی سے ہارمونیم کے علاوہ کلارنس اور دیگر مغربی آلات موسیقی بھی در کر آئے ہیں۔

موسیقاروں نے قوالی کے حوالہ سے تین تل مخصوص کئے ہیں آٹھ ماترے کا تل (جو سولہ ماترے کے تل کا نصف ہے) اور سات ماترے کا تل جو چودہ ماترے کے تل کا آدھا ہے) اور چھ ماترے کے تل جو بارہ ماترے کے تل کا آدھا ہوتا ہے۔ آٹھ ماترے کے تالوں میں آھاشتالہ قوالی اور کرواتل ہیں۔

سات ماترے کے تالوں میں ٹیشو تل۔ ادھک تل اور تیواتل ہیں جب کہ چھ ماترے کے تالوں میں صرف ایک دادراتل ہے۔ یہ سب قوالی کے ہی تل معروف ہیں اور قوالی میں پیش کئے جانے والے کلام کی مختلف طرزوں اور متنوع وزنوں کی غزلیات میں ان

کی طرزوں کی موزونیت و مناسبت سے استعمال ہوتے ہیں اور اپنی مخصوص تربوں اور اپنے
مختص نھیکوں کی بنا پر ایک دوسرے سے منفرد اور جداگانہ رنگ پیدا کرتے ہیں حضرت امیر
خرو کی جدت طبع نے جو حسین امتزاجات مختلف رائج رائگنیوں میں کئے وہ ان تالوں کا
لازوal حسن ہیں آپ کے بعد بھی مختلف ادوار میں کئی ایک بڑے مویقاروں نے بھی اپنی
منفرد جودت طبع دکھائی۔

قوالی میں پیش کردہ کلام، صوفیا کے لئے منازل سلوک طے کرنے کے لئے ایک چراغ
راہ ہے جب کہ عامتہ الناس کے کانوں میں گھلتا رس ان کے دل و دماغ کو فرحت و انبساط
بخشا ہے۔ کلام کے کسی ایک مصرعہ یا ایک شعر کی تکرار سامعین پر وجد و حال کی کیفیت پیدا
کئے دیتی ہے کئی لوگ وجد میں رقص کرنے لگتے ہیں اور کوئی فرش پر بیقرار لوٹنے لگتا ہے۔
ایک مرتبہ ذیل کے دو اشعار کے تکرار نے سامعین پر وجد کی کیفیت طاری کر دی تھی۔

آرزو وارم کہ مهمات کنم
جان و دل اے دوست قربات کنم
اے کہ بالسلسلہ زلف دراز آمدہ ای
فرمت باد کہ دیوانہ نواز آمدہ ای
اہل دل اور صاحب حال لوگوں کو ان اشعار نے بیقرار کر دیا اور کوئی درجن بھر
باریش صوفی بزرگ حل میں آگئے اور رقص کرنے لگے۔

بہ ناز و دل ٹھکن چو نیاز مندے تو ایم
ترامے کہ امیر خم کند تو ایم
چہ حاجت ست بہ زنجیر پائے ماستن
کہ بالسلسلہ زلف پائے بند تو ایم
قولوں نے خاکسار سے داد طلب کی، مجھ پر گریہ طاری تھا حواس کچھ بجا ہوئے تو میں
نے یہ شعر پڑھ دیا۔

کعبہ خوانم یا پیغمبر، مصحف است ایں یا خدا
اصطلاح شوق بیمارست و من دیوانہ ام
قولوں نے اسے بار بار پیش کیا اور مجلس کو لوٹ لیا۔

یہاں ایک واقعہ حضرت بابا فرید الدین "جغ شکر اجوہ حنی" کا یاد آگیا ہے۔ حضرت موصوف
کی مھفل میں ایک روز یہ رباعی پڑھی گئی۔

آں عقل کجا کہ درکمل تو رسد
 وال دیدہ کجا کہ در جمل تو رسد
 کیرم کہ ہرہ بہ گرفتن زجمل
 آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
 ان اشعار کو بار بار پیش کیا گیا تو بایا صاحب پر حالت طاری ہوئی اور شب بھر بے
 ہوش رہے، اولیا کے دل خداوند قدوس کی محبت سے لبرز اور عشق مصطفوی سے مرشار
 ہوتے ہیں ان کے لئے ساز مضراب کی ہلکی سی ارتعاش ہی کیف پیدا کر دیتی ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا نقل کیا جاتا ہے۔ عبد اللہ
 قول ملتان پہنچا اور آپ کی خدمت میں معروض ہوا کہ جناب عالیٰ آپ کے صاحب سلسلہ
 شیخ اشیوخ سید شبیب الدین سروردی علیہ الرحمۃ نے مجھ سے کلام نہ ہے اگر اجازت ہو تو
 کلام سامعہ نواز کروں جواباً "حضرت نے فرمایا کہ جب شیخ اشیوخ نے نہ ہے تو زکریاؒ بھی نے
 گا۔ بعد نماز عشاء ایک پھر رات گذری اور دو سیپارے قرآن مجید کے تلاوت کئے اور پھر
 قولوں کو سامع کا اذن دیا۔ عبد اللہ ولی قول نے بار بار یہ شعر پڑھا۔

متین کہ شراب ثاب خوردن
 از پلوے خود کباب خوردن
 غوث بماء الحق زکریا پر وجد طاری ہوا اور آپ کھڑے ہو گئے اور کئی دوسرے شرکاء
 محفل بھی بیقرار ہو گئے۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ نے تو بوقت سامع اس شعر پر جان جان آفرین
 کے پرد کی تھی۔

کشتگان خنجر تلیم را

ہر زمان از غیب جانے دیگر ست

اس طرح کے اور بے شمار واقعات کتابوں میں درج ہیں۔ سامع کے موضوع پر بہت
 کچھ لکھا جا چکا ہے، صوفیا اور علماء کے بہت سے مباحث بھی موجود ہیں۔ علماء عام طور پر سامع
 سے متعزز رہے ہیں، اور ان میں بعض اس کی اباحت کے بھی قائل نہ تھے لیکن اہل تصوف
 میں اس کا برابر چڑھا رہا ہے۔ نقشبندی بزرگوں کے سرخیل حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف
 ٹانی نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ "من نہ ایں کارے کنم نہ انکارے کنم" چشتی اور
 سروردی سلاسل روحانی میں سامع کا رواج رہا ہے اور ہے۔ قادری سلسلہ کی محافل میں بھی

بعض پابندیوں کے ساتھ سماع روا رہا ہے۔

یہ مضمون تشنہ رہے گا اگر ہم گرامی صوفیاء کے افکار عالیہ جو اس موضوع سے متعلق ہیں درج نہ کریں حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ سماع حق تعالیٰ کی واردات میں سے ہے اس کی سماعت سے دل کی امنگیں اور جذبات لطیفہ ابھرتے ہیں اور جو سننے والا سماع کو حق کے ساتھ سنتا ہے وہ حق کی راہ پالیتا ہے لیکن جو فرد اپنی ہوس نفسانی کے ساتھ سنتا ہے وہ خرابی میں جتنا ہو جاتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سماع راحت دل ہے اور اس سے الہ محبت کے دل میں حرکت پیدا ہوتی ہے حرکت کے بعد حیرت اور حیرت کے بعد ذوق اور ذوق کے بعد مدھوشی طاری ہو جاتی ہے اور یہی چار چیزیں معرفت (اللہ) کے اسباب بنتی ہیں آپ کے محبوب خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب اللہ کا ارشاد ہے کہ سماع ایک صوت موزوں ہے اس لئے حرام نہیں۔ اس سے تحریک قلب ہوتی ہے اگر یہ تحریک یاد حق کے لئے ہو تو مستحب ہے اور اگر فساد (نفس) کی طرف مائل کرے تو البتہ حرام ہے۔ سماع سے انوار عالم ملکوت سے ارواح پر احوال عالم جبروت سے قلوب پر اور آثار عالم فلک سے جو ارجح پر نازل ہوتے ہیں۔

انپی مشور عالم تصنیف "کشف المحبوب" میں حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ نے لاہوری نے لکھا ہے کہ مجھے یہ اصول پسند ہے کہ مبتدیوں کو سماع میں نہ بیٹھایا جائے تاکہ ان کی طبیعت پر آگندہ نہ ہو اور انپی اعزازداری اور بے حوصلگی سے سامعین کے ذوق وجد کو بھی تباہ نہ کریں کیونکہ عموماً "ضبط نفس سے عاری ہوتے ہیں اور یہجان پیدا کرنے والے تاثرات ان کے لئے تخلی کا باعث بن جاتے ہیں۔ شیخ ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ شرکرمان گیا اور شیخ ابواحمد مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں سفر کے لباس میں اور پریشان حل تھا۔

شیخ موصوف نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوالحسن کس چیز کی خواہش ہے میں نے کہا کہ اس وقت سماع کی طلب ہے چنانچہ آپ نے ایک قول کو بلایا اور سامعین کی ایک جماعت بھی بڑا جوش و خروش رکھنے والوں کی آئی۔ مجھے سماع کے الفاظ (مضمون) نے مضطرب اور بے خود کر دیا جب کچھ وقت گزارا۔ میرا جوش کم ہوا تو پوچھنے لگے کہ سماع کا اثر تیری طبیعت پر کیا ہوا میں نے جواب دیا کہ اے شیخ بڑا مسرت افزا۔ اس پر شیخ ابواحمد فرمائے لگئے ایک وقت آئے گا کہ سماع اور کوئے کی آواز میں تیرے لئے فرق نہیں رہے گا کیونکہ شوق

سماں اسی وقت تک ہے جب تک مشاہدہ نہ ہو اور جب مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو سماں کی خواہش خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ دیکھو! سماں کی عادت نہ ڈالنا مگر طبیعت کا جزو نہ بن جائے اور ہمہ وقت اسی میں نہ پڑے رہو۔

حضرت شیخ علی ہجوری العروف دامت سعیج بخش لاہوریؒ نے اس ذیل میں مزید ذاتی رائے کا اظہار یوں فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کے کے اسے مزامیر اور خوشگوار نغمہ اور ترجم اچھے نہیں لگتے تو وہ شخص یا تو جھوٹ بولتا ہے یا منافق ہے یا اس میں حس لطیف بالکل ہی مفقود ہے چنانچہ ایسا شخص اپنی بے حسی اور ذہنی اندر ہے پن کے سبب چوپائے جانوزوں سے بھی بدتر ہے۔

لوگوں کو مختلف طبائع کے لحاظ سے سماں کے احکام بھی مختلف ہیں اور اگر کوئی فرد تمام لوگوں کو ایک ہی زمرہ میں شمار کرے تو یہ صریح ہے وقوفی ہوگی۔ سماں کے شالقین دو گروہوں میں ہیں ایک تو وہ ہیں جو محض معافی سے واسطہ رکھتے ہیں اور (سماں کے) الفاظ اور آواز کو چند اس اہمیت نہیں دیتے۔ جب کہ دوسرے گروہ میں وہ لوگ ہیں آواز مترجم کے دلدادہ ہیں۔ مذکورہ دونوں صورتوں کے فوائد بھی ہیں اور ضرر بھی وجہ یہ ہے کہ حسن کو دیکھنے اور دلکش نغموں کے سخنے سے جو جذبات انسانوں کی طبیعتوں میں جوش مارتے ہیں اگر وہ حق ہوں تو طبائع میں حق زور پکڑتا ہے اور اگر باطل ہوں تو طبیعت میں باطل راخن ہوتا ہے پھر آپ لکھتے ہیں کہ سماں کے خاص آداب ہیں کہ جب تک ضرورت محسوس نہ ہو تو سماں نہ کرے اور اسے عادت کے طور پر بھی اختیار نہ کرے اور جب سماں کرے تو کافی دیر کے بعد کرے مگر اس کی یقینی تیرے دل سے محونہ ہوا اور یہ لازمی امر ہے کہ جب تو سماں کرے تو تیرا مرشد اس جگہ حاضر ہوا اور سماں میں عوام اور بے ذوق لوگ بالکل نہ ہوں۔ اور پھر قوالوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ماہرفن (موسیقی) ہوں۔ صاحب عشق و حل اور ذی عزت ہوں اور سماں میں دل کو مشاغل دیناوی ہے فارغ اور ایک سو (بطرق حق) ہونا چاہئے۔ طبیعت لبو و لعب سے تنفس ہو اور سماں کے لئے طبیعت میں صلاحیت اور قوت برداشت ہو۔ محفل سماں میں تکلف سے شامل نہیں ہونا چاہئے اور جب سماں کی خواہش شدت اختیار کرے تو اس کو اپنے سے دور نہیں کرنا چاہئے اور اپنے دجد و ذوق کو سماں کا تابع کر دیں وہ جس امر کا تقاضا کرے اسی کو اختیار کرو۔ اگر سماں وجد و سرور میں لائے تو وجد کرو اور جنبش (حرکت) میں آؤ اور اگر طبع میں سکون و آرام پیدا کرے تو ساکن ہو جانا چاہئے اور ہیں پھر سماں سننے والے میں اس قدر تاب دیدار ہو کہ واردات حق کو حوصلہ مندی

سے قبول کر سکے۔ اور اس کی سنجیدگی سے داد دے سکے۔

سماں سے متعلق مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد بن محبیؒ کو ان کے مرشد نے
صیحت کی تھی کہ سماں کے وقت باطنی احوال ظاہرنہ ہوں۔ چنانچہ آپ کو جب کبھی محفل
سماں میں حال وارد ہوتا تو خلوت میں چلے جاتے تھے۔

نذر خواجہ خواجہ گان، سلطان المند حضرت معین الدین اجمیری

زہے خوبی کہ پھر اس وند میں ہم سب ہوئے شامل
 زیارت درگہ حضرت معین الدین ہوئی حاصل
 یہ کیا درگہ ہے جس پر سدا رحمت برستی ہے
 تکھپا جاتا ہے دل جس کی طرف یہ کیسی بستی ہے
 یہ کیا شر ہے اجمیر جس میں دفن خواجہ ہیں
 زیارت کے لئے جن کی جمل کے لوگ شیدا ہیں
 چلے آتے ہیں کھنچتے ان کی جانب ان کے شیدائی
 یہ کیا عشق ہے ان کا کہ اہل دل ہیں سودائی
 بلوں پہ اہل پاک و ہند کے ان کا فسانہ ہے
 مدح خواں ان کی ہے دنیا زبان پر یہ ترانہ ہے
 کہ اے خواجہ تمہارے فیض سے سینے ہوئے روشن
 ادھر بھی اک نظر ہو اب رہے خالی نہ یہ دامن
 خدا نے آپ کو بخشی ہے محبوی زمانے کی
 ”دلوں کی حمرانی“ ہے یہی سرخی فانے کی
 یہ کیا سلمہ گوہر فشان ہے فیض یابوں کا
 کہ قطب الدین شہر صحیح و نظام الدین تک پہنچا
 نصیر الدین چراغ دہلوی کا نور پھر چمکا
 رہی یوں شمع عرفان سے منور عشق کی دنیا
 ابھی تک فیض اے خواجہ تمہارے در کا جاری ہے
 ہر اک شہ و گدا اب تک اسی در کا بھکاری ہے
 علی احمد پہ بھی لطف و کرم کی اک نظر کیجئے
 دل تاریک کو انوار سے شش و قمر کیجئے

منجائب: سرایا عقیدت و خلوص سردار علی احمد خاں

خانقاہیں اور رسومات

بر صغیر پاکستان وہند میں اولیائے کرام کی آمد کے ساتھ ہی خانقاہیں قائم ہو گئی تھیں۔ یہ وہ جگہیں تھیں۔ جہاں تکین قلوب کا لنگر بٹتا تھا۔ عبادت گزار بندے پر سکون ماحول میں اور اد و ظائف، صوم و صلوٰۃ ادا کیا کرتے تھے۔ خانقاہیں وہ روحانی مرکز تھے کہ جہاں مناسب و معقول دینی و روحانی تربیت کے بعد اسلامی مشن کے فروع کے لئے مبلغ پیدا کئے جاتے تھے۔ ان خانقاہوں کا ایک مربوط ڈپلین تھا اور مخصوص رکھا جس کی پابندی یہاں کے جملہ متعلقین یعنی خدام۔ مریدین۔ عام زائرین اور مہمانوں کو لازماً کرنا پڑتی تھی۔ شریعت کی پابندی کے ساتھ خانقاہ کے نظم و ضبط اور رسومات سلسلہ کی بجا آوری بھی ضروری خیال کی جاتی تھی۔ خانقاہ کے روحانی مسلک کا سربراہ مرشد یا پیر کھلا تھا جو بالعموم اپنے روحانی سلسلہ کے پیر سے باقاعدہ اجازت یافتہ خلیفہ ہوا کرتا تھا۔ خانقاہ سے متعلق مریدوں کی روحانی تربیت، دینی امور میں ان کی رہنمائی اور بعض حالتوں میں مسکین و نادار لوگوں کی مالی اعانت یا دیگر دنیاوی امور میں امداد و دلگیری، مرشد کی ہی ذمہ داری ہوا کرتی تھی جس کی سرانجام وہی کے لئے تقیم کار کی جایا کرتی تھی اور مختلف امور کے لئے جدا جدا منصرم و منظم مقرر کئے جاتے تھے۔ مثلاً "خدمات وضو، امامت نماز، درس قرآن و حدیث اور فقہ، شعبہ فتاویٰ لنگر کا انتظام و تقسیم وغیرہ۔

یہ بات بلا خوف تردید کی جاسکتی ہے کہ انہی خانقاہوں نے وہ مبلغ و مصلح پیدا کئے کہ جن کی مساعی سے کروڑوں انسان مشرف بہ اسلام ہوئے اور انسوں نے سعادت اخروی حاصل کی۔

بر صغیر میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ خانقاہی نظام بھی درہم برہم ہو گیا، روحانی سوتے خلک ہو جانے کے باعث خانقاہوں کی افارت ختم ہو کر رہ گئی اور نتیجتاً یہ مقدس درس گھاہیں محض اعراس کے موقعوں پر گھما گئی اور میلوں ٹھیلوں کا سامنظر پیش کرنے لگیں۔ ریاضات اور روحانی مشقوں کی بجائے محض رسومات رہ گئیں۔ اور یہ اس لئے بھی ہوا کہ عہد گزشتہ کے مرشدان عالی مقام کی جا شنی بعض نااہل اور دنیادار مجاہروں کے تصرف ذاتی میں آگئیں۔ اور وہ بیشتر حالتوں میں روحانی وظیرے اور جاگیردار بن گئے۔ اس صورتحال سے اولیاء اللہ کی خانقاہوں کا تقدس بھی مجروح ہوتا رہا اور ان کے پاکیزہ روحانی

سلسلہ اور تبلیغ اسلام کے فریضہ کو بھی بے اندازہ نقصان پہنچا۔

خانقاہیں اور دور جدید: یہ قیام پاکستان کی برکت ہے کہ نہ صرف برصغیر میں بلکہ ایران و ترکی، مشرق اوسط مشرق بعید اور مغرب میں احیائے اسلام ہو رہا ہے۔ اور تصوف میں دلچسپی لی جا رہی ہے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر غیر معمولی حاضری ہونے لگی ہے۔ روی ریاستوں میں مسلم نوجوان بھی تصوف اور اسلامی روحانیت میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایسے قرائیں دکھائی پڑتے ہیں کہ ایک بار پھر خانقاہوں کا پاکیزہ نظام جاری ہو گا اور ہمارے اکابر کے مزارات اور خانقاہیں صالحین اور مبلغین کی نر سریاں بن جائیں گی۔

مزارات اولیاء پر ادا کی جانیوالی رسومات: جن مزارات پر خلقت خداوند کرم کا رجوع زیادہ ہے وہاں پر ہر روز مخصوص رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ اعراس کے موقع پر ذرا مختلف رسومات اضافہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ دربار کے کھولے جانے اور بعد نماز عشاء بند کئے جانے کی رسومات قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہیں جو کافی دلچسپ ہیں۔

مراسم درگاہ غریب نواز: ہر روز بغیر ناغہ درگاہ شریف کے بیکمی والان کا جو دروازہ مشقی ہے وہاں مجرکی اذان کے فوراً "بعد در روضہ کا قفل کھولا جاتا ہے۔ دروازوں کو کھولتے ہوئے بلند آواز سے یہ صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے۔

الصلوٰۃ والسلام عليك يا رسول الله

الصلوٰۃ والسلام عليك يا نبی الله

الصلوٰۃ والسلام عليك يا خیر خلق الله

الصلوٰۃ والسلام عليك يا حبیب الله

یہ عمل خادم زادے سرانجام دیتے ہیں۔

صلوٰۃ پڑھی جانے کے بعد گنبد کے اندر داخل ہوتے ہی بیکمی والان کا دروازہ اندر سے بند کر دیا جاتا ہے اور دوسری رسم شروع ہو جاتی ہے جسے "خدمت" کہتے ہیں۔

رسم خدمت: قبر شریف کے ارد گرد مور پنگکے سے بنی ہوئی جاروب سے صفائی کی جاتی ہے۔ اس کے بعد مرقد کے اوپر پڑی پھولوں کی چادر کو اتار دیا جاتا ہے۔ اور چنور سے مرقد کی جهاڑ پونچھ کی جاتی ہے۔ پھر قبر پر پڑے پارچے غلاف کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ایک بار پھر چنور سے تخت مزار کی صفائی کی جاتی ہے باسی پھول اور پتیوں کو صفائی کے بعد اکٹھا کر کے ایک نوکری میں رکھ کر حضرت خواجہ صاحب کی صاجزادی بی بی حافظ جمل کے مزار پر

بھجوادیتے ہیں۔ اور خواجہ صاحب کے مرقد پر تازہ پھولوں کی چادر چڑھا دی جاتی ہے۔ اندر ون مزار ہر طرف سورپنکھ سے صفائی کرنے کے بعد گنبد مزار کے دونوں دروازے کھول دیتے جاتے ہیں۔ مگر متھرزا میں اندر آسکیں۔

صندل مالی کی رسم: یہ رسم ہر روز ادا کی جاتی ہے۔ اس کا وقت، نماز ظهر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے جمعہ کے روز نماز سے ذرا پہلے یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم میں بھی پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے قبل لوح قبر شریف پر صندل پہا ہوا اور عطر چڑھایا جاتا ہے کبھی کبھی لحد کا غلاف بھی صندل مالی کی رسم ادا کرتے وقت، تبدیل کیا جاتا ہے۔

ڈنکا بھانا: یہ رسم مغرب کی نماز سے کچھ ہی دیر قبل ادا کی جاتی ہے۔ درگاہ خواجہ صاحب میں چھوٹی جہانگیری دیگر کے قریب جمرہ روشنی واقع ہے جہاں سے خادم زادوں کے خاندان میں سے تین افراد موم بتیاں لے کر خرامیں خرامیں صحن چراغ کی جانب چلتے ہیں اس وقت درگاہ شریف کا نقارچی نقارے پر چوٹ لگاتا ہے۔

روشنی کرنا: ڈنکا بھتے ہی تینوں خادم زادگان مسجد محمودی کے صحن سے گزرتے ہوئے بیکمی دلاان کے دروازے کی سائید سے گنبد درگاہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہاں پر چار خادم زادے ایک صف میں کھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ گنبد کے چاروں کونوں پر چاندی سے بنی ہوئی چار قدیلیں رکھی ہوئی ہیں۔ موم بتیاں لانے والے تینوں خدام میں سے ایک خادم۔ ان چاروں قدیلیوں میں موم بتیاں رکھ کر روشن کرتا ہے۔ روشن قدیلیوں کو چاروں خدام اپنے اپنے سر پہ اٹھا لیتے ہیں مزار کے اندر قرآن شریف والی محراب کی جنوبی سائید پر پہلے نمبر پر کھڑا ہوا خادم ذیل میں دی گئی فارسی منقبت کے اشعار پڑھتا جاتا اور حاضرین ہر چوتھے صرعنہ پر بلند آواز سے آمین پکارتے ہیں۔

| | |
|--------|---------|
| خواجہ | خواجگان |
| اسرف | اویلائے |
| آفتاب | کون |
| پادشاه | پسر |
| در | سریر |
| ایں | ملک |
| حصین | بو |
| معین | اویلائے |
| الدین | روئے |
| زمیں | |
| یقین | |
| خن | |
| میں | |

| مطلع | در | صفات | او | کفتم |
|--------|--------|--------|-------|---------|
| در | عبارت | بود | چو | در |
| اے | درت | قبلہ | گاہ | اہل |
| بردرت | صر | و | ماہ | سودہ |
| روئے | بر | درجت | ہمیں | سائید |
| صد | ہزاراں | ملک | چوں | خرو |
| خادمان | درت | ہمه | | رضوان |
| در | صفا | روضہ | ات | چو |
| ذرہ | خاک | او | عییر | سرشت |
| قطرو | آب | او | چوماء | معین |
| الٹی | تابود | خورشید | و | ماہی |
| چراغ | چشتیاں | را | | روشنائی |

روشنی کے بعد حاضرین مختصر دعا مانگتے ہیں اور یہ رسم ختم ہو جاتی ہے۔

گھڑیاں بجائے کی رسم: درگاہ شریف کی مسجد میں عشاء کی اذان ہوتے ہی فقار خانے سے خلوم دو ضرب گھڑیاں پر لگاتا ہے نماز عشاء کے فرض پڑھنے سے لمحہ دو لمحے قبل تین مرتبہ گھڑیاں پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ جب نماز عشاء ہو چکتی ہے، تو چار ضربین گھڑیاں پر لگتی ہیں تو گنبد خواجہ صاحب کے بیرونی صحن ہائے میں مشرقی اور جنوبی اطراف سے قولیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کوئی آدھ گھنٹہ قولی ہو چکتی ہے تو گھڑیاں پانچ بجا تا ہے اور ایک خادم بیگنی والان کی چوکھت کے سامنے کھڑے ہو کر پکارتا ہے کہ "پانچ نج گئے ہیں صاحب" اس کے فوراً بعد گنبد شریف میں تخلیہ ہو جاتا ہے اور مشرقی اور جنوبی دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ چاندی والے کثیرے پر جو موم بتیاں جل رہی ہوتی ہیں وہ گل کر دی جاتی ہیں۔ صرف چاندی والی چار قندیلوں کی موم بتیاں (کہ مزار مبارک کے اندر رکھی جاتی ہیں) ساری رات روشن رہتی ہیں۔ اگر بتن دان گنبد شریف سے باہر لیجایا جاتا ہے اور اس میں جمع شدہ راکھ باہر رکھے عود دان میں جھاڑ دی جاتی ہے۔ اگر بتن دان صاف کیا جاتا ہے اور پھر مزار شریف کے اندر قرآن شریف والی محراب کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ تین خادم زادے مزار کے اندر جا روب کشی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور صفائی کے بعد جمع شدہ پھول بتیاں اور گرد باہر لا کر بیگنی والان کے مشرقی دروازہ سے باہر نکل آتے ہیں۔ اس خدمت کو اہل درگاہ

”فراشہ ہو رہا ہے“ کہتے ہیں فراشہ ہو چکنے کے بعد ایک مقررہ خادم دوڑتا ہوا نقارہ خانہ کی طرف جاتا ہے اور آواز لگاتا ہے ”گھڑیاں چھ بجا“ گھڑیاں چھ بجا تا ہے تو سب لوگ بمعہ قولوں کے خاموش ہو جاتے ہیں اور کھڑے ہو کر گنبد شریف کی طرف رخ کئے سرجھکائے ”کڑکا“ سنتے ہیں۔

کڑکا ہو چکتا ہے تو پہلے مشقی سائیڈ والا دروازہ اور پھر دوسرا دو نوں دروازے مقفل کئے جاتے ہیں۔ ان تلوں کی سنجیاں ہر روز کے باری داروں کی تحویل میں رہتی ہیں۔ دروازوں کو قفل لگانے کی رسم کو ”دروازے معمول“ کہتے ہیں۔

کڑکا: ایک طرح کی منقبت ہے جسے پشت ہاپٹ سے اجیر شریف کے قول گاتے چلے آرہے ہیں۔ اشعار بے ترتیب اور مخلوط بولیوں میں ہیں۔ ان میں سے چند ”تہکا“ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ کڑکا کو راگنی کدارا میں تل جھپ تل میں گاتے ہیں۔

ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
 چشتی چراغ جگ میں اجارا
 ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
 چتر چتر اوں بر کئے
 پلون جتن ہرا جوگی ابے پال باجا
 اڑ چلو جب ہی چیر حکم کیو
 جب سر کو سنبھل کو سن اتارا
 تو تمب دنیا دین دھیو
 ہندالوی، نورالحمدی رحم خدا ہر دوارا
 مخنو راجہ گھیر یعنی اجیر
 جاری کیو اسلام توڑا کفارا
 ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
 کفر جن توڑے اسلام کیو
 جنے گزو نے شان دربار باجا
 اتر دکن پورب پچھتم
 پیروں کی سنی کے آواجا
 دین کو تمب معین الدین خواجه

بھجن من گیان معین الدین خواجہ
 دین کو تعمب معین الدین خواجہ
 چتر دلما بنے خواجہ حسن دان
 ایک ہی مسجدہ داند بھارا
 خواجہ دین کو تعمب معین الدین خواجہ
 تم بڑے سلطان حضرت چشتی
 بڑے تخت اور ملک تھی کو ساجا
 دل کا درد دور کو خواجہ یا خواجہ
 دین کو تعمب معین الدین خواجہ

ہر سال حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا عرس بڑے تزک و احتشام سے منیا جاتا ہے
 اس کی تقاریب ایک نرالی شان کی حامل اور منفرد حیثیت رکھتی ہیں عرس خواجہ اپنی مثل
 آپ ہے ان دنوں احاطہ درگاہ میں جائیے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی عالی مرتبت و ذی
 وقار خصلت کریمی والے سلطان کا دربار عام لگا ہے اور لوگ ہیں۔ کہ سلام عرض کرنے اور
 آداب بجانے کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ ہدیہ فاتحہ پیش کرتے چلے جا رہے ہیں ادھر حضور
 سلطان میں نذر منظور ہوئی ادھر ارادت مند کادامن گوہ مراد سے بھرا گیا۔

درگاہ و در تو قبلہ گاہ ہمہ کس
 لفٹ بہ کرشمہ دشکیر ہمہ کس

اگرچہ عرس کی خاص تقریبات اور مراسم ماہ ربیع کی چاند رات سے چھٹی تاریخ ماه
 ربیع کی دوپہر تک ادا ہوتی ہیں لیکن ہر سمت سے اجمیر شریف میں زائرین کی آمد کا سلسلہ
 20۔ جملوی اللہ سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور کافی لوگ ماہ ربیع کی 20۔ تاریخ تک یہاں
 مقیم رہتے ہیں بستی اجمیر کامل ایک ماہ تک دلیں کی مانند آرائستہ و پیراستہ نکھلت و نور میں
 نہائی ایک دلکش انداز سے جلوہ قلن دکھائی پڑتی ہے یہ نظارہ دیکھنے کی چیز ہے جس کا الفاظ
 میں بیان کیا جاتا ممکن نہیں۔

”دیدی دیار اجمیر آں شر خلد پیکر
 آں سدرہ مقدس و آں عدن حور پور
 آں بارگاہ خواجہ و آں تخت گاہ چشتی
 آں روپہ معبر و آں زندہ پاک کشور“

آغاز عرس: رجب کا چاند دیکھتے ہی درگاہ شریف کے نقار خانہ پر شادیا نے بجائے جاتے ہیں اور درگاہ شریف کے جنوب میں واقع پہاڑی پر گولے چھوڑ کر عرس کے آغاز کا اعلان کیا جاتا ہے قدم زمانے میں توپیں سرکی جایا کرتی تھیں۔ خواجہ صاحب کے مزار کی مغربی طرف جنپتی دروازہ (جس پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں) کھول دیا جاتا ہے۔ چاندی کے کواڑوں والے اس دروازے کو اہل درگاہ جھجری کرتے ہیں اسے 25۔ تاریخ ماہ جملوی الثاني نماز نجر کی ادائیگی کے بعد بند کر دیا جاتا ہے اور پھر رجب کی چاند رات کو کھولتے ہیں پھر یہ جھجری کیم رجب سے چھ رجب تک ہر روز پہلے غسل کے بعد سے دوسرے غسل تک کے وقفے کے لئے کھولتے ہیں رات کے وقت مغلل کر دیتے ہیں اور پھر اگلے روز صبح کی یومیہ معمول کی ”رسم خدمت“ کے بعد جھجری زائرین کے لئے کھولی جاتی ہے۔

مراسم غسل شریف: خواجہ صاحب کے عرس کی تقاریب چھ دن جاری رہتی ہیں۔ ان چھ دنوں میں یومیہ معمول کے مطابق دن کے تیرے پھر رسم صندل مالی ادا نہیں کی جاتی بلکہ نماز عشاء کے بعد پہلے رسم خدمت اور پھر صندل مالی کی رسم ادا ہوتی ہے۔ مزار شریف کے اندر روزانہ دو مرتبہ رسم غسل ہوتی ہے۔ مزار شریف کے غسل کے لئے درگاہ کے تالاب سے پانی لے کر اس میں کیوٹے اور گلاب کے عق ملا کر غسل کے برخوں میں رکھ کر اندر ورن مزار لے جاتے ہیں۔ قبر شریف کے سرہانے سے غسل شروع کرتے ہیں ایک خلوم پانی ڈالتا اور دوسرا غسل دیتا جاتا ہے۔ اس دوران حاضر باش خلوم زادے دونوں کثروں کے درمیان مودب کھڑے رہتے ہیں غسل کا پانی مزار کے گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے جسے دربان گلا کرتے ہیں۔ غسل والے پانی کو بو تکوں اور شیشیوں میں جمع کر لیتے ہیں اور اسے عقیدت مندوں میں بطور بتک تقسیم کیا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب کے روپہ کے اندر عرس کے 6 دنوں میں دوبار رسم غسل ادا کی جاتی ہے۔ دوسرا غسل رات کے ”تقریباً“ دو بجے دیا جاتا ہے۔ جس میں چودہ افراد شریک ہوتے ہیں۔ اور ان مخصوص آدمیوں کے علاوہ کوئی اور شخص غسل میں شریک نہیں ہو سکتا۔

درگاہ اجمیر کے خلوم زادوں کے سات خاندان ہیں۔ مذکورہ خاندانوں کا ایک ایک نمائندہ ہفتے کے سات دنوں میں ایک دن کا مشاراً” الیہ قرار دیا جاتا ہے۔ دوسرے غسل کے وقت ان ساتوں خاندانوں کے مجاز اور مقرر کردہ نمائندے اور ایک یومیہ چالی بروار درگاہ شریف میں ہوتا ہے اس طرح یہ کل آٹھ افراد ہوئے۔ ان کے علاوہ دیوان صاحب درگاہ

شریف، ناظم درگاہ مقرر کردہ از وقف بورڈ۔ ایک پولیس افسر مقامی ہوتے ہیں ان تین اشخاص کے ساتھ اجازت یافتہ تین اور افراد ہوتے ہیں۔ اس طرح کویا یہ چودہ بندے دوسرے غسل کی رسم ادا کرتے ہیں۔ غسل کی رسم کا ہم پسلے بیان کر جائے ہیں۔

رجب کی چاند رات سے چھ تاریخ ملہ رجب تک صبح سے شام تک بلکہ رات تک مختلف قولوں کی پارٹیاں گنبد شریف کے جنوبی اور مشرق حصوں کے صحن ہائے میں قولیاں پیش کرتی ہیں لیکن قولی کی خاص محفل محفل خانہ میں رات کو گیارہ بجے سے تقریباً دو بجے صبح تک ہوتی ہیں۔ ان مجالس میں دیوان صاحب اور ناظم درگاہ شریک ہوتے اور نذر پیش کرتے ہیں۔ قولی میں رنگ بھی پیش کیا جاتا ہے جس کے بول قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش ہیں۔

رنگ: آج رنگ ہے اے مل رنگ ہے ری
 مورے بیبا کے گھر رنگ ہے ری
 مورے نجم کے گھر رنگ ہے ری
 میں پیر پائیو فرید الدین اولیا
 فرید الدین اولیا شاہ قطب الدین اولیا
 معین الدین اولیا محی الدین اولیا
 فرید الدین اولیا علاوہ الدین اولیا
 علاوہ الدین اولیا نظام الدین اولیا
 جب دیکھو مورے نگ ہے ری
 اے مل رنگ ہے ری
 مورے بیبا کے گھر رنگ ہے ری
 جگ اجیارو میں تو ایسا رنگ اور نہیں دیکھتی
 دلیں بدلیں میں ڈھونڈ پھری ہوں
 تورا رنگ اور نہیں پائیورے نظام الدین اولیا
 تورا رنگ من بھائیورے علاوہ الدین اولیا
 ایسی رنگ دو رنگ نہیں چھوٹی
 دھوپیا دھوئے چاہے ساری عمرنا
 رنگ دو نظام الدین موری چزا

آج رنگ ہے اے مل رنگ ہے ری
میرے بیا کے مگر رنگ ہے ری

چھٹی رجب: مہ رجب کی چھٹی تاریخ کو خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی اجمیری کے عرس مبارک کی آخری مجلس منعقد ہوتی ہے، یہ تقریباً دن کے گیارہ بجے شروع اور ظریکی اذان سے قبل اختتام پذیر ہوتی ہے۔ فاتحہ کا ایصال ثواب کیا جاتا اور ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ چھٹی رجب کو قل کا دن بھی بولتے ہیں۔ ختم شریف پڑھا جانے کے بعد درگاہ کے نقار خانہ پر شادیا نے بجائے جلتے ہیں اور قریب ہی پہاڑی سے گولے چھوڑے جاتے ہیں۔ اس طرح عرس خواجہ خواجگان تمت بالآخر ہوتا ہے۔

قوالی کی مجلس ختم ہوتے اور فاتحہ سے قبل استیائی گائی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ استیائی ہندی زبان میں منقبت کے مترادف ہے، اسے رائکی سارنگ میں جھپ تل سے گلتے ہیں اور جھپ تل کے دس ماترے ہوتے ہیں۔

بول: دین و دنیا دواؤ تیرے تو بل جائیں
ایسو چو ہر معین الدین خواجہ، تیرے تو بل جائیں
اجپاتی، سکھپاتی، نرپاتی، بوا پاتی
چاروں ہی چوک کو ایک ہی راجہ
تیرے تو بل جائیں معین الدین خواجہ
چار دواری گنبد پر بل بل جاؤں
خوب ہی رچے ایوان کے جھاجا
بت بملول چشتی، خواجہ حسن دان
دونوں جبل میں راکھ لو لاجا
بل بل جاؤں، تورے بل بل جاؤں

پاکستانی جماعت: سلسلہ عالیہ چشتیہ کے متعلقین کی تعداد پاکستان میں بلا مبالغہ لاکھوں پہنچتی ہے۔ اس پاکیزہ سلسلہ کے ہر مرد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے آستانہ عالیہ پر ایک بار تو ضرور حاضری دے دے، عرس میں شرکت کی برکت کا توکنا ہی کیا ہے۔ چنانچہ ہر سل عرس مبارک کے موقعہ پر زائرین کی ایک جماعت حکومت پاکستان کی منظوری سے اجمیر شریف جاتی ہے اور وہاں عرس کی جملہ تقریبات میں

شمولیت کرتی ہے

منجمدہ حاضری برائے سلام و فاتحہ، پاکستانی جماعت کے افراد قوالي کی مجالس اور ختم شریف کی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان کی عقیدت کیشی کا بھارت کے مسلمانوں کے دلوں پر بڑا اثر دیکھنے میں آتا ہے اور وہاں جا کر ہی پاکستان کے قیام کے باعث جو ہمیں ”ملک و دین“ نصیب ہوا ہے۔ کی صبح قدر سمجھ میں آتی ہے۔

جلوس چادر: عرس میں شرکت کرنے والی پاکستانی جماعت کے اراکین کے باہمی چندہ سے ایک نہایت ہی خوبصورت ٹینی اور نظرنواز چادر جس پر مقیش اور تد سے تیزہ کلمہ شریف اور اشعار منقبت کڑھے ہوتے ہیں، حضرت خواجہ صاحب کے مرقد منور پر چڑھائی جاتی ہے۔ اس چادر کے کونے زائرین باری باری تھامے رہتے ہیں۔ اجیر شریف کے بڑے بازار سے چادر کا جلوس لکھتا ہے اور درگاہ شریف پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ پاکستانی زائرین کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں بھارتی مسلمان اور بنگلہ دشی بھائی بھی ہر کاب ہو لیتے ہیں۔ چادر شریف کا جلوس خرامی خرامی سماع کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور درگاہ شریف کے نظام گیٹ پر جا کر سلمع ختم ہو جاتا ہے۔ اب زائرین درگاہ کے اندر داخل ہو کر چادر کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ کلمہ اول کا ورد کرتے ہوئے گنبد شریف جا پہنچتے ہیں۔ جمل درگاہ شریف کے سجادہ نشین اور ناظم درگاہ اور خدام، پاکستانی زائرین کا استقبال کرتے ہیں۔ چادر چڑھانے کے بعد گنبد شریف کے اندر دعا مانگی جاتی ہے۔ اور فاتحہ عرض کرنے کے بعد پاکستانی زائرین مسجد شاہ جملی میں ادائیگی نماز کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔

اگلے روز درگاہ شریف کے احاطہ میں پاکستانی جماعت ختم قادریہ سرانجام دیتا ہے اور حاضرین میں تبرک تقیم کیا جاتا ہے۔

روضہ خواجہ اور دیگر تاریخی عمارت

سرتچ اویاء، سلطان اللہ حضرت معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر بڑے جاہ و جلال والے بادشاہوں ذی وقار نوابوں اور ذی شان صهاراجوں اور عالی شان انگریز حاکموں نے اکثر حاضریاں دی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

سلطان شاہ الدین غوری ۵۷۸ھ سلطان مسیح الدین المتش ۶۱۲ھ سلطان محمود خلیجی ۸۵۹ھ (اس کی تعمیر کردہ صندلی مسجد اب بھی موجود ہے) شہزادہ بہلور شاہ گجرات۔ ۹۳۱ھ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر ۶۷۶ھ میں پورے لاو لٹکر کے ساتھ پاپیاہ آگرہ سے اجییر شریف پہنچا تمام راستے میں لٹکر شاہی یا معین کے نعرے بلند کرتا رہا۔ اکبر نے بڑی دیگر درگاہ شریف میں نذر کی اور درگاہ کا شرقی دروازہ نصب کرایا۔ دوسری بار کی حاضری کی یادگار اکبری مسجد (جو کہ غیر آبد ہے) تعمیر ہوئی۔ شہنشاہ محمد نور الدین جہانگیر ۱۰۲۲ھ میں اپنی تخت نشینی کے بعد اجییر شریف زیارت کے لئے آیا۔ حدود شہر میں پاپیاہ ہو کر درگاہ تک پہنچا، اور سارے راستے لوگوں میں زر و نقد لاثا تارہا دوران قیام جہانگیر نے نو مرتبہ خواجہ صاحب کی بارگاہ میں حاضری دی۔ جہانگیر نے چھوٹی دیگر اور قبر شریف کے گرد اگردوں نے کا ایک کثرو نصب کرایا۔ اس کے علاوہ درگاہ کے انتظام و انفرام اور لٹکر کے لئے شہنشاہ جہانگیر نے کئی دہالت کی آہنی کا فرمان جاری کیا۔

۱۰۵۳ھ میں شاہ الدین محمد شاہ جہان بلوشہ نے اپنے ورود اجییر شریف کی یادگار جامع مسجد۔ بیرونی حصہ روضہ شریف۔ جستی دروازہ اور دیگر کئی ایک عمارت تعمیر کرائیں۔ شہنشاہ اور نگر نزیب عالمگیر بھی خواجہ خواجگان کا عقیدت کیش تھا، مشور ہے کہ عالمگیر سلام عرض کرنے کے بعد مراقب ہوا۔ اس کی تمنا تھی کہ دنیا و دین کی جملہ تمام سعادتوںیں اس کے حصے میں آئیں۔ خواجہ ہندالولی کی روحانیت ظاہر ہوئی اور عالمگیر کی ساعت کے لئے یہ شعر جواباً "فرمایا"

هم خدا خواہی، و هم دنیائے دوں
ایں خیال است و محل است و جنوں
ایک روزہ سلطان نظام نما کا مقبرہ عالمگیر کے عہد تک بہت خوشنما بنا ہوا تھا۔ احاطہ درگاہ میں داخل ہو کر غلط فتحی سے عالمگیر نے پہلے یہاں فاتحہ پڑھی اسے وہ غریب نواز کا

روضہ سمجھا تھا۔ بعد میں اس نے نظام سق کے مدفن پر تعمیر شدہ قبہ مسماں کرا رکھا تھا۔ کہ اسی اور کو آئندہ غلط فہمی نہ ہو۔ نظام سق کی قبر کا سگ مرمر سے بنایا ہوا تعویذ اب تک موجود ہے۔

عالیٰ کے بعد مغلیہ خاندان کے کسی بڑے بلوشہ کی حاضری کا تذکرہ تاریخی کتب میں نہیں ملتا۔ والی افغانستان امیر حبیب اللہ خان نے 1907ء میں آستانہ خواجہ پر حاضری دی تھی۔ آخری شریار دکن میر عثمان علی خاں نے 1912ء میں دربار خواجہ میں حاضر ہو کر اہل شر کے لئے سینکڑوں دیگریں عمدہ کھانوں کی پکو اکر تقسیم کرائیں۔ اس کے علاوہ غرباً و مساکین میں بہت ساروپیہ تقسیم کیا گیا۔ اپنے درود اجمیر کی یادگار عثمانی دوازہ (عرف نظام گیٹ) تعمیر کرایا۔ اور ایک محفل خانہ بھی بنوایا۔ دینی تعلیم کے فروغ کے لئے مدرسہ عثمانیہ کے تمام مصارف و اخراجات 1948ء تک نظام دکن کی سرکار ادا کرتی تھی

برٹش انڈیا کے واتسرائے لارڈ کرزن نے 1902ء میں آستانہ علیہ پر حاضر ہو کر عقیدت کی گردان ختم کی۔ اور اپنا تاثر ان الفاظ میں دیا ”خواجہ کی قبر ملک بھر میں شہنشاہی کر رہی ہے۔“

1911ء میں برطانوی بلوشہ جارج چشم کی طلکہ میری حاضر دربار ہوئی اور موصوفہ نے پانچ صد روپے کی نذر گزاری
ملائیا کے پہلے وزیر اعظم مکھو عبدالرحمن نے آستانہ خواجہ پر حاضری دی اور 1975ء میں ملائیا وفاق کے بلوشہ نے بھی حاضری دی۔

آزاد بھارت کے صدر صاحبان میں شری راج گوپال اچاری۔ ڈاکٹر راجندر پرشن، ڈاکٹر ذاکر حسین خان۔ شری نخر الدین علی احمد حاضر دربار ہوئے اور بھارت کے پہلے وزیر اعظم جواہر لعل نسو اور ان کی بیٹی وزیر اعظم شریعتی اندار احمدی نے بھی عقیدت منذانہ حاضری یہاں پیش کی تھی۔ جنل محمد فیاء الحق نے بھی حاضر دربار ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کیا تھا۔

غیر منقسم ہندوستان میں راجپوتانہ (راجستان) کی ہندو راجپوت ریاستوں کے مہاراجہ درگاہ خواجہ سے خصوصی عقیدت کا اظہار یوں بھی کیا کرتے تھے کہ دیوان صاحب آستانہ علیہ کے لئے اپنے درباروں میں داہنی جانب صفو اول میں نشت رکھتے تھے اور عرس کے موقع پر نذریں دیا کرتے تھے۔ برٹش انڈیا کی ریاستوں میں ہمور بست سے غیر مسلم وزراء اور ہمائدین بھی اجمیر شریف کی حاضری کو سعادت سمجھتے تھے۔ ان کے ناموں کی فہرست بہت طویل ہے اس لئے ہم در گزر کرتے ہیں۔ البتہ یہاں مہاراجہ سرکش پرشن پر شلو و وزیر اعظم سلطنت

عثمانیہ (حیدر آباد کن) کا برسیل تذکرہ کئے دیتے ہیں۔ موصوف فارسی، اردو کے بڑے بلند پایہ شاعر اور خن نہم تھے۔ علوم مردوچہ کے فاضل اصحاب میں ثمار ہوتے تھے۔ شلو تخلص کرتے تھے۔ حاضر بارگاہ غریب نواز ہوئے تو مور چپل جھلنے کی خدمت ملی اور انہوں نے فی البدھہ یہ قطعہ پڑھا۔

| | | | | | | |
|---|------|---------|------|--------|-------|--------|
| مور | چپل | جھلنے | کی | خدمت | مل | گئی |
| شلو | کو | دنیا | کی | مرت | مل | گئی |
| | | | | خواجہ | | پارگاہ |
| | | | | اجمیر | | |
| لو | کلید | سُنج | قست | مل | گئی | |
| شلو کی ایک خوبصورت منقبت کے چند اشعار بھی یہاں نقل کرتے چلیں۔ | | | | | | |
| نے | خزاں | نے | بہار | می | خواہم | |
| من | ترًا | بار | بار | می | خواہم | |
| رب | ارنی | چڑا | نہ | گویم | من | |
| خواہم | | آشکار | | می | | روت |
| مجبورم | | ام | | گرجہ | | بندہ |
| خواہم | | خدا | | اختیار | می | از |
| پاک | | بنما | | بحق | احم' | لف |
| خواہم | | پورڈگار | | می | | آنچہ |
| شلو | | من | | از | | شلو |
| رحمت | | کردگار | | وسیله | | خواجہ |

روضہ خواجہ: خواجہ میعنی الدین عطائے رسول کا روضہ بر صغیر کی خوبصورت عمارت میں سے ایک ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زائر یہاں آکر محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی بڑے عظیم المرتبت اور ذی شان و عالی وقار سلطان کی بارگاہ پر منتظر اذن باریابی کھرا ہے۔ یقین مانیئے یہ آگہ سے دیکھنے اور دل سے محسوس کرنے کی چیز ہے الفاظ یہ تاثر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

کعبہ عشق باشد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جا شد تمام
حضرت خواجہ میعنی الدین کا وصال ۶ رب ۶۳۳ھ کو آخر شب ہوا، آپ اپنے ججو

میں ہی دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر ایک مدت تک کچھ رہی، کلفی عرصہ بعد پختہ احاطہ اور چار دیواری گرد اگر دہنائی گئی۔ اور بعد میں وقتاً فوقتاً اس میں ترمیم و اضافہ ہوتا رہا۔ مزار پر گنبد 859ھ میں تعمیر کیا گیا۔ اندر ورنی نقاشی کا کام سلطان محمود ابن سلطان ناصر الدین کے عہد میں شیخ خواجہ حسین ناگوری کی نگرانی میں سمجھیل پذیر ہوا۔ چنانچہ اس کی بابت روپہ خواجہ کی مغربی جانب والی جالی پر یہ شعر کندہ ہے۔

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ حسن
گفت ہاتھ گو معظم قبہ عرش بریں

859

خواجہ ہندالولی کے روپہ کا دروازہ مائدہ کے سلطان نے بنایا اور مزار کے گنبد مر میں پر بڑا شری کلس اور اس کے گوشوں میں چھوٹی شری کلیاں نواب رام پور کے بھائی نے نذر کی تھیں۔ ایک مسلمان تاجر نے سو امن خالص سونے کا کلس اپنی منت پوری ہونے پر شکرانہ کے طور پر چڑھایا تھا۔ مزار شریف کے گنبد کے اندر ورنی حصہ میں محل کی زریں چھت گیری ہے۔ کئی ایک جگہوں پر سونے کے فانوس زنجروں سے آویزاں کئے گئے ہیں۔ چھپرکٹ کے اندر مرقد منور سمجھ مرمر سے بنائے ہے اور سیپ اور خوش رنگ پتھروں سے نمائیت عمدہ چیجی کاری کی گئی ہے۔ خواجہ کی قبر پر کنواب و زربافت اور مخلیہں چادریں پڑی رہتی ہیں۔ اور ان پر ڈھیروں پھول تختے کی صورت پڑے رہتے ہیں۔ قبر کے چاروں طرف چاندی کا کثیر لگا ہوا ہے جو شزادی جمل آرا بیگم بنت شاہ جہاں بلوشانے نے پیش کیا تھا۔ مزار پر انوار کے اندر قبلہ سخ قد آدم سے بلند کاخ پر ایک چاندی کا صندوق پچھ پڑا ہے جس میں قلمی مطلا کلام پاک رکھا ہے، زائرین بڑے احترام سے اسے بوسہ دیتے ہیں۔ مشور ہے کہ کلام مجید کا یہ نسخہ بہت قدیم ہے اور اسے شریار دکن میر عثمان علی خان مرحوم نے پیش کیا تھا۔

گنبد کے اندر ورنی حصہ میں آب زر سے جو اشعار لکھے ہوئے ہیں اب بڑی مشکل سے پڑے جاتے ہیں۔ شزادی جمل آرا بیگم نے اپنی تصنیف معین الارواح میں یہ اشعار لقل کئے ہیں۔ ہمایا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت خواجہ سید حسین ابھیری دیوان درگاہ شریف کا نتیجہ ہگر ہیں۔ (اشعار بمعہ ترجمہ)

خواجہ میعنی خواجہ الدین اشرف اولیائے زمیں

خواجاوں کے خواجہ خواجہ میعنی الدین ہیں۔ تمام روئے زمیں کے اولیا اللہ میں سب زیادہ شرافت والے ہیں

آفتاب پھر کون و مکان بلوشہ سرہ ملک یقین

آپ کون و مکان کے آسمان کے آفتاب ہیں۔ آپ یقین کے ملک کے تخت کے شہنشاہ ہیں در جمل و کمل اوچہ خن

ایں بنین بود حسن حصین

آپ کے جمل اور کمل کا پورا وصف بیان کرنے کی کس میں لیاقت ہے۔ آپ کے جمل اور کمل کی دلیل مضبوط قلعہ کی طرح ہے۔

مطلع در صفات او گفتہ

در عبالت بود چو در شین

آپ کی تعریف میں میں نے ایک مطلع عرض کیا۔ عبارت کے لحاظ سے جو بیش قیمت موتی کی مثل رکھتا ہے۔

اے درت قبلہ گاہ اہل یقین

بر درت سرہ و مہ سودہ جبیں

اے ذات کہ آپ کا آستانہ اہل یقین کی قبلہ گاہ ہے۔ آپ کے آستانہ پر چاند اور سورج پیشان رکھتے ہیں۔

روئے بر در گست ہمیں سائید

صدر ہزاراں ملک چو خرو چیں

آپ کی بارگاہ کی چوکھت پر اپنا چڑھ ملتے ہیں۔ خرو چین جیسے لاکھوں شہنشاہ۔

خادمان درت ہمہ رضوان

در صفا روضہ ات چو خلد بریں

آپ کے در کے خلوم تمام کے تمام رضوان ہیں۔ اور صفا میں آپ کا روضہ مثل خلد بریں کے ہے۔

ذرا خاک او عیر سرشت

قطرہ آب او چوماء معین

آپ کے روپ کی مٹی کا ہر ذرہ غیر میں باہوا ہے۔ اور وہاں کے پانی کا ہر قطرہ خاصیت میں
ماء معین کی طرح ہے۔

اللّٰہ تا بود خورشید و ماهی
چراغ چشتیاں را روشنائی

اے اللہ تعالیٰ جب تک چاند اور سورج میں روشنی باقی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے چراغ کو روشن
رکھ!

عمارات درگاہ خواجہ: اجمیر شریف کا شرپہاڑیوں کے درمیان آبلو ہے۔ شرکے مغربی اور
جنوبی پہلو سے ملا ہوا تاراگڑھ کا کوہستانی سلسلہ ہے اور اسی کے دامن میں درگاہ معلیٰ ہے
جو ایک وسیع چار دیواری کے پنج واقع ہے۔ درگاہ کے جنوب میں جمالرہ مشرق میں گلی لگر
خانہ اور محلہ خادمان درگاہ ہے جبکہ شمال میں درگاہ بازار اور مغرب میں وہ راستہ ہے جو ترپولیہ
گیٹ سے ہو کر اندر کوٹ اور تاراگڑھ کو جاتا ہے۔

درگاہ شریف میں داخل ہونے کے لئے ہر چھار طرف دروازے ہیں اور ان سب میں¹
علیٰ شان دروازہ نظام گیٹ ہے، جو درگاہ بازار کی جانب ہے۔ اسے عثمانی دروازہ بھی کہتے
ہیں۔ میر عثمان علی خاں شریار دکن نے اسے تعمیر کرایا تھا جو تین برس کی مدت میں 1915ء
میں مکمل ہوا۔ دروازہ کی بلندی ستر (70) فٹ اور چوڑائی مع دو رویہ والانوں کے 24 فٹ
ہے۔ محراب کی چوڑائی سولہ فٹ ہے۔ دروازہ کے اوپر نقار خانہ ہے۔

کلمہ دروازہ: یہ عمارت 1639ء-1047ھ میں شہنشاہ شاہ جہاں نے تعمیر کرائی تھی۔ دروازہ
کے بلاائی حصہ میں شانہی وقتیں کا نقار خانہ ہوا کرتا تھا۔ اس دروازہ کی محراب کے اوپر کلمہ
طیبہ جلی حروف میں لکھا ہوا ہے اس وجہ سے اسے کلمہ دروازہ کہتے ہیں۔ دروازے کے اندر
اور باہر سگ مرمر کا فرش ہے۔

اکبری مسجد: اکبر بادشاہ نے شزادہ سلیم (بعدہ شاہ جہانگیر) کی پیدائش کے چھ ماہ بعد خواجہ
غريب نواز کے آستانہ پر حاضری دی اور بطور شکرانہ محتاجوں اور فقرا میں مل و زر تقسیم کیا۔
یہ مسجد 1570ء-977ھ میں بہلہ شعبان المعظم تعمیر ہوئی۔ عمارت سگ سرخ سے بنی ہے۔
مسجد و متعلقہ عمارت کا طول 140 فیٹ اور عرض بھی تقریباً "اسی قدر ہے۔ محراب مسجد 56
فٹ بلند ہے۔ اکبری مسجد میں شاذ ہی کوئی نمازی نظر آتا ہے۔ عرس کے دنوں میں بھارتی
زاریں بطور اقامۃ مگاہ اسے استعمال کرتے ہیں۔

بلند دروازہ: مملکت مائدو کے سلطان محمود خلی نے یہ دروازہ تعمیر کرایا تھا، جس کی سمجھیں
1455ء-1859ھ میں ہوئی۔ اس کی بلندی 46 فٹ اندر کا فرش سگ مرمر کا ہے۔ درگاہ خواجہ
کی جملہ عمارتوں سے یہ دروازہ زیادہ اونچا ہونے کے سبب بلند دروازہ کہلاتا ہے۔ خواجہ
صاحب کے عرس سے قبل 25 جلوی اللہنگو کو اسی دروازہ کے اوپر چشتی پھر ریال رایا جاتا ہے۔

صحن چراغ: بلند دروازہ کے سامنے ایک ہشت پہلو چھتری ہے جس کے اندر پیتل کا بنا
ایک چراغ دان ہے جو شہنشاہ اکبر کے دور کی یادگار ہے۔ اس چھتری اور ملحقة صحن کو صحن
چراغ کہتے ہیں۔

بڑی دیگ: شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر چوتواڑ گڑھ فتح کرنے کے بعد پاپیادہ اجمیر شریف خواجہ
صاحب کی درگاہ پر حاضر ہوا اور یہ دیگ چڑھائی۔ اس دیگ کا محیط سائز ہے بارہ گز ہے اور
اس میں سوا سو من چاول پک سکتا ہے۔ یہ دیگ 1567ء-976ھ کو ماه رمضان المبارک میں
پیش کی گئی تھی۔

عرس شریف کے دنوں میں یہ دیگ اب بھی استعمال ہوتی ہے۔

چھوٹی دیگ: یہ دیگ جس میں 80 من چاول پک سکتا ہے شہنشاہ نور الدین محمد جہانگیر نے
1613ء-1013ھ میں پیش کی گئی۔

محفل خانہ: اس مربع نما عمارت کا طول نیز عرض 46 فٹ ہے۔ یہ عمارت صحن چراغ سے
مغرب کی سائیڈ پر واقع ہے۔ محفل سمع اسی عمارت میں منعقد ہوتی ہیں۔ نواب بشیر الدولہ
نے دربار خواجہ میں بیٹی کے لئے دعا مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی برس کی عمر میں
فرزند عطا فرمایا۔ اس خوشی اور منت کی ادائیگی میں نواب موصوف نے یہ عمارت تعمیر کرائی
جس کی سمجھیں تین سال میں 1309ھ میں ہوئی۔

خانقاہ: آج کل اس عمارت میں یتیم خانہ ہے۔ محفل خانہ سے متصل جانب مغرب یہ
مارت واقع ہے اور اس میں داخل ہونے کے لئے محفل خانہ کے شہل گوشہ میں ایک
دروازہ ہے۔ ابتدائی تعمیر عمد اکبری میں 1550ء-977ھ میں ہوئی تھی۔

لنگر خانہ: اکبر بلوشہ نے یہ لنگر خانہ غربیوں میں پکا پکایا کھانا تقسیم کرنے کے لئے بنایا تھا۔
مارت ایک وسیع صحن اور دالان پر مشتمل ہے جس کا ایک پھائک گلی لنگر خانہ میں کھلتا
ہے۔ دالان کے اندر لوہے کے دو بڑے بڑے کڑا ہے ہیں جن میں عرس کے دنوں میں صبح و

شام نگین دلیا پکا کر غریاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک مشور روایت کے مطابق اکبر بادشاہ نے فقیر بن کر یہاں لنگر لیا تھا۔

احاطہ چنیلی: صحن چواغ سے آگے چلتے جائیے۔ مجرموں کی قطاروں کے درمیان دو بڑے بڑے دروازے ہیں۔ جو دروازہ مشرقی جانب ہے اس سے آگے بڑھنے پر آستانہ عالیہ کے احاطہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور خواجہ صاحب کے مزار کا گنبد بالکل سامنے دکھائی دیتا ہے۔ باسیں طرف سنگ مرمر سے بنی چھوٹی سی مسجد "مسجد اولیاء" ہے۔ دائیں ہاتھ مسجد صندل خانہ ہے جس کے شمالی کونے سے ملحق احاطہ چنیلی ہے۔ اس احاطہ میں مقدس مزارات ہیں۔ حضرت فضیل الدین بایزید خورد اور ان کی والدہ اور بیوی کی قبور بیسیں ہیں۔ چونکہ ان مزارات اور ان کی دیواروں پر چنیلی کے پودے چھائے ہوئے ہیں اس لئے اس جگہ کو احاطہ چنیلی کہتے ہیں۔ اولیاء مسجد اس مقام پر تعمیر کی گئی ہے جمل خواجہ معین الدین چشتی نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسجد صندل خانہ: خواجہ صاحب کے عرس میں پیش کرنے کے لئے صندل کی پائی گھسائی کیم رجب سے ۹ ربجت تک ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ مسجد صندلی کے نام سے مشور ہو گئی۔ خواجہ صاحب کے مرقد منور سے جو پھول اترتے ہیں ان کا ذہیر بھی کچھ دری کے لئے یہاں رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اسے پھول خانہ بھی بولتے ہیں۔

مانڈو کے سلطان محمود خلی نے یہ عمارت بنوائی تھی جہاں گیر بادشاہ نے اس عمارت میں چار در اضافہ کرائے اور عمارت کی آرائیگی کی۔ شہنشاہ محی الدین محمد اور نگ زیب نے بھی مسجد صندل خانہ کی مرمت کرائی تھی۔ اسی وجہ سے یہ مسجد مذکورہ تینوں بادشاہوں کے ناموں سے منسوب کی جاتی ہے۔

قلعہ تارا گڑھ: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں جو دیوار کسی قلعہ کی بنائی گئی وہ قلعہ تارا گڑھ کی تھی، مہاراجہ پرتوہی راج طرف رائے تھوڑا نے پرانی بنیاد پر اس کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ اس قلعہ کی سطح زمین سے اوپرچالی قریباً آٹھ سو فٹ تھی۔ قلعہ کی عمارت اور فصیلیں مرور ایام سے مت چکی ہیں صرف نام رہ گیا اور وہ بھی میراں سید حسین خنگ سوار کے مزار کا محل وقوع ہونے کے باعث ہے سلطان قطب الدین ایک نے عاقہ جات کو بخ کر کے قلعہ تارا گڑھ میں سید میراں حسین کو قلعہ دار مقرر کیا۔ ان کی رہائش مگاہ قلعہ میں ہی تھی۔ جو نبی سلطان قطب الدین ایک کی لاہور میں پولو کھلیتے ہوئے وفات کی خبر اجمیر میں پہنچی تو ہندو راجپوت ٹھاکروں نے قلعہ تارا گڑھ پر شب

خون مارا اور بے خبر سوتے اہل قلعہ کا قتل عام شروع کیا۔ شوروں غل سن کر مسلمان بیدار ہوئے اور سنپھل کر مقابلہ میں آؤٹے لیکن سب کے سب شہید ہوئے۔ طلوع آفتاب سے قبل دشمن فرار ہو گئے۔ اس معرکہ میں میراں حسین خنگ سوار بھی اہل قلعہ کے ساتھ شہید ہو گئے۔ خواجہ معین الدین چشتی یہ دردناک خبر سن کر بہت ملول ہوئے اہل شر اور اپنے مریدوں کی معیت میں جائے واردات پر گئے اور شداء کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں سپرد خاک کیا۔

درگاہ حضرت سید حسین خنگ سوارؒ: اس مزار پر شرا گنبد بڑا وکش ہے۔ مزار کے سرائے موتیوں کا سرا بندھا رہتا ہے۔

درگاہ کے صحن میں شداء کے مقابر ہیں۔ شمالی دروازہ سے متصل دو آہنی دیگمیں گزری ہیں۔ بلند دروازہ کے نیچے کئی ایک والان ہیں اور ایک مسجد بھی موجود ہے۔

اس درگاہ شریف کے متعلق ابو الفضل نے اکبر نامہ میں تحریر کیا ہے کہ ”قیام الجمیر کا دوسرا دن تھا کہ قلعہ دیکھنے گئے جو پہاڑی پر واقع ہے۔ اس متبرک مقام پر سید حسین خنگ سوار اور شداء کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ عوام میں مشور ہے کہ سید موصوف سیدنا امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں۔ زائر یہاں تبرک لیتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ سید حسین خنگ سوار سلطان شاہب الدین غوری کے مازمان میں سے ہیں اور ہندوستان فتح کرنے کے وقت سن 93-1192ء 588ھ لٹکر کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ سلطان نے انہیں الجمیر کی شقداری پر مقرر کر دیا اور یہیں یعنی الجمیر میں ان کا انتقال ہوا۔ عوام میں یہ ولی اللہ مشور ہوئے اور ان کا مزار اہل عالم کا مطاف ہو گیا۔

حمد اکبر و جہانگیر میں اعتبار خال ملقب یہ ممتاز خال الجمیر میں منصبدار تھا۔ اس نے 1022ھ میں مزار سید حسین کو پختہ کرایا اور روضہ تعمیر کرایا۔

اس درگاہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک پختہ احاطہ ہے جسے گنج شداء کہتے ہیں مشور ہے کہ یہاں مدفون شہیدوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ خواجہ غریب نواز کے خر عالی مرتبت حضرت سید وجیہہ الدینؒ بھی اسی احاطہ میں آسودہ ہیں۔ اور ان کا مزار سنگ مرمر سے بنा ہوا ہے۔ مزار سید حسین سے مغرب کی جانب مریٹہ سردار کماںچی راؤ سندھیا نے سات درہ والان سنگ مرمر سے 1227ھ میں ازراہ عقیدت تعمیر کرایا اس والان سے محقق بالا راؤ اینگلا مریٹہ نے 1322ھ میں ایک اور والان بنایا مزار کا بلند دروازہ 976ھ میں اکبری حمد کے صوبہ دار اسماعیل خاں نے ذاتی مصارف سے تعمیر کرایا تھا۔ یہ عمارت موجود ہیں۔

اجمیر شریف میں مقدس چلے

چلے خواجہ صاحب ”

انا ساگر جھیل کے قریب سدا بھار پھاڑی پر واقع ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب اجمیر وارد ہوئے تو آپ نے اسی پھاڑی کی ایک گپھائیں قیام کیا تھا۔ اس مقام پر 1037ھ میں صوبہ دار اجمیر مہابت خان کے شفہ دار مسمی دولت خان نے پھر کی ایک چار دیواری بنوادی اور ایک کتبہ نصب کرایا جس کے مقطع میں تاریخ تعمیر برآمد ہوئی ہے۔

سل تاریخ، طلبی گفتہ

سی و ہفت و ہزار بود سنین، 1037ھ

خواجہ عثمانی چلے

یہ عمارت گنبد والی ہے جس کے چار اطراف بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ یہاں وہ یاد گاری تبرکات رکھے گئے ہیں۔ جو حضرت خواجہ عثمان ہارویٰ مرشد خواجہ صاحب کے مزار واقع مکہ مکرمہ سے لائے گئے تھے۔

(سوق اللیل مکہ مکرمہ میں خواجہ عثمانی ہاروی کا مزار اب معدوم ہو چکا ہے)

چلے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ”

سدا بھار پھاڑی پر (متصل دولت باغ) عمارت چلے قطب صاحب ہے۔ مشور ہے کہ قطب صاحب قیام اجمیر کے دوران اس جگہ معروف عبادت رہا کرتے تھے۔ مقام چلے کے بلائی صحن میں تین درہ لاکیں پختہ مسجد ہے جو مولانا فخر الدین فخر جمل ولسوی کے مرید مولانا شمس الدین نے 1190ھ میں تعمیر کرائی تھی۔

چلے سالار عازی

سلطان محمود غزنوی نے اجمیر فتح کرنے کے بعد یہاں سید سالار ساہو کو صوبیدار مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں ان کے ہاں سید مسعود سالار عازی کی ولادت ہوئی۔ اور کچھ عرصہ ان کا اس جگہ قیام بھی رہا۔ اس لئے یہ چلے سالار عازی کے نام سے مشور ہو گیا۔ سید مسعود سالار عازی بڑے فائح جرنیل تھے۔ آپ کا مزار بھڑاک (مغربی بھارت) میں مرجع خلاائق ہے۔

چله شاہ مدار

حضرت شیخ بدیع الدین عرف شاہ مدار مکن پوری نے کوکل پھاڑی کی چوٹی پر جس جگہ کیا تھا اس مقام پر ایک پختہ گنبد بنایا ہوا ہے اور قریب ہی ایک حوض ہے۔ یہاں ہر سال 18 جملوی الاول کو مدار صاحب کا عرس منایا جاتا ہے۔

چله بی بی حافظ جمال

یہ جگہ نور چشمہ کے کنارے پر پھاڑ کی گپھا میں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ غریب نواز کی صاجبزادی حافظ جمال صاحبہ نے یہاں خاص عبادت کی تھی۔

چله بڑے پیر صاحب

خواجہ صاحب کی درگاہ میں کھڑے ہو کر جنوب کی طرف نگاہ کریں تو سامنے ایک پھاڑی کے اوپری سرے پر بزرگ کا گنبد و کھائی دیتا ہے روایت مشہور ہے کہ اس مقام پر حضرت غوث الاعظم کے مزار اقدس کی ایک اینٹ دفن ہے۔

حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلی ہندوستان میں بھی تشریف نہیں لائے اس جگہ سوندھے شاہ درویش مدفون ہیں۔

اکبر محل

قدیم شرپناہ کی مشتی دیوار کے ساتھ ہی یہ عمارت ہے جسے اکبر بادشاہ نے 978ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ لش راج میں یہاں فوجی میگزین تھا اور آجکل بھارتی فوج کے زیر تصرف ہے۔

دولت کده دانیال

درگاہ خواجہ صاحب کے ایک سجادہ نشین مسی دانیال شاہ تھے جن کے مکان میں شرزادہ کی ولادت ہوئی۔ شرزادہ کا نام دانیال اسی نسبت سے رکھا گیا۔ محل کی تعمیر ولادت کی خوشی میں ہوئی جیسا کہ توزک جماں گیری میں تحریر ہے۔

دولت خانہ شاہ جہانی

یہ محل انا ساگر کے شرقی کنارہ پر دولت باغ کے پنج واقع ہے۔ عمارت سنگ مرمر کی ہے۔ وسط میں ایک بارہ دری ہے ایوان شاہی سے متصل سنگ مرمر کا شاہی حمام ہے۔ جملہ عمارت عهد شاہ جہانی کی یادگار ہیں۔ آزادی ہند کے بعد دولت باغ کا نام سرکار نے بدل کر سماش پارک رکھ دیا ہے۔

قدیم تاریخی مساجد

ڈھائی دن کا جھونپڑا

خواجہ صاحب کی درگاہ کے ساتھ ساتھ مغرب جانب درگاہ بازار سے ایک راستہ ہے جو ترپولیہ گیٹ سے آگے بڑھنے پر محلہ اندر کوٹ کی بستی شروع ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دور آگے چلیں تو دائیں ہاتھ پر ایک عالیشان پرانی مسجد ہے جسے سلطان شمس الدین التمش نے ۶۱۴ھ میں قدیم مسجد کی عمارت میں کافی تبدیلی کر کے اس کی مرمت و تعمیر نو کرائی، اولین تعمیر سلطان شباب الدین غوری نے ۵۹۵ھ میں کرائی تھی۔ سک سرخ سے بنی اس عمارت میں دو طرف تین تین بر جیاں اور بیچ میں بڑا گند قائم کیا گیا اور وسطیٰ محراب کے دونوں بازوں پر دو میتار لال پتھر کے بنائے گئے۔ بیچ کی محراب ۵۶ فٹ بلند ہے۔ محیط کی دیواریں ۳۵ فٹ اونچی ہیں۔ صحن کے آگے ایک دروازہ جانب مشرق اور دو سرای جنوب ہے۔ محمد عارض کے زیر اہتمام علی احمد معمار نے اس مسجد کی تعمیر کی۔

مسجد میا بائی

یہ مسجد ۱۰۵۳ھ میں تعمیر ہوئی تھی اس کے پلنج در ہیں اور عمارت سک سرخ سے بنی ہے۔ یہ مسجد درگاہ بازار کی مشرق رویہ دو کاؤن سے ملحق ہے۔

پرانی عید گاہ

اذا ساگر جھیل کے گوشہ شمال و مشرق میں متصل باغ صوبہ دار اجمیر سید احمد یہ عمارت شیخ بیگی نے اور بیگ زیب عالمگیر بادشاہ کے عمد میں تعمیر کرائی تھی۔ اسکے مصارف کے لئے چالیس بیکمہ زرعی اراضی وقف ہے۔

عید گاہ ثانی

نواب مرزا عادل بیگ کے فرزند مرزا چمن بیگ مالوہ کے صوبہ دار تھے جن کی تقریب ملوہوجی راؤ سیندھیا نے کی تھی انہوں نے اس عید گاہ کی تعمیر ۱۱۸۷ھ میں، صرف خاص سے کرائی تھی۔ درمیان محراب میں ایک قطعہ کندہ ہے جو وقت سے پڑھا جاتا ہے۔

چله بیا فرید الدین سخن شکر

اس مقام پر بیا صاحب[ؒ] نے چله کیا تھا۔ اس کا دروازہ سارے سال مغل رہتا ہے صرف محرم الحرم کی ۵ تاریخ کو کھلتا ہے۔ جو ق در جو ق زائرین اندر جا کر دعائیں کرتے ہیں۔

جنتی دروازہ

یہ بھی مغل رہتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور حضرت خواجہ معین الدین[ؒ] کے عرسوں کی تاریخوں میں اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ایام میں کھولا جاتا ہے۔

چاریاری

یہ وہ جگہ ہے جمل خواجہ غریب نواز کے ساتھ اجیر تشریف لانے والے چار دوستوں کی آخری آرامگاہ ہے۔

جھالڑ

اندرون درگاہ تاریخی جگہ ہے۔ اس کی چار دیواری شاہب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ نے تعمیر کرائی تھی۔

شہی گھٹ

اس کے صحن میں خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ خواجہ ابو سعید اور خواجہ حسام الدین کے مدفن ہیں۔ بعض مورخوں نے خواجہ حسام الدین کو خواجہ غریب نواز کا برادر نسبتی لکھا ہے۔

شاہ جہانی مسجد

شہنشاہ شاہ جہان نے دو لاکھ چالیس ہزار روپے کے صرف سے یہ مسجد 1047ھ میں تعمیر کرائی۔ محل وقوع خواجہ صاحب کے مزار شریف کے مغرب میں ہے۔ مسجد کا طول شرعی 797 گز اور عرض 27 گز ہے۔ مسجد کا صحن بہت کشادہ ہے۔ مزار خواجہ کا جنتی دروازہ مسجد کے محراب سے بالکل سامنے نظر آتا ہے۔ نماز جمعہ یہاں بڑے اہتمام سے ہوتی ہے۔ شاہی وقت سے یہ دستور ہے کہ نماز جمعہ کے لئے چار توپیں داغی جاتی ہیں۔ پہلی خطبہ شروع ہونے سے پانچ منٹ قبل، دوسری خطبہ کے وقت، تیسرا بار توپ اقامت نماز کے وقت اور چوتھی ضرب سلام پھرنا کے وقت۔

بیگمی دالان

یہ خوبصورت اور عالی شان دالان جو تمیں جاتب سے کھلا ہوا ہے 1052ھ میں شہزادی جمال آرائیگم بنت شاہ جہان بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔

محجری بی حافظ جمال

خواجہ صاحب کے مزار شریف کے پائیں میں ایک محجرہ ہے جس میں حضرت غریب نواز کی صاجزادی بی بی حافظ جمال صاحبہ کی سنگی قبر ہے۔ ساتھ ہی دو چھوٹی چھوٹی قبریں بی بی صاحبہ کے صیرسن بچوں کی ہیں۔

محجر شہزادی حور النساء عرف چمنی بیگم

یہ محجرہ روضہ شریف کے مغرب کی جانب ہے۔ جو شہزادی کا مدفن ہے۔ جہانگیر بادشاہ کو اپنی اس پوتی سے بنت محبت تھی۔ اس کا انتقال اجمیر شریف میں 29 جولی الاول 1025ھ میں ہوا تھا۔

احاطہ نور

مزار خواجہ کے جنوب اور مغرب کی طرف سنگ مرمر کی دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ کچھ حصہ تلفی ہے۔ اس احاطہ کو احاطہ نور کہا جاتا ہے۔

اجمیر میں دیگر تاریخی عمارت

اکبری فصیل شہر

شہنشاہ اکبر نے شہزادہ مراد کی ولادت کی خوشی میں اجمیر آکر خواجہ صاحب کی درگاہ میں حاضری دی اور شرپناہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ 978ھ، 1570ء میں فصیل مکمل ہوئی۔ اب اس کے کہیں کہیں آثار نظر آتے ہیں۔

سوت برج

محل جہانگیری کے قریب ہی واقع ہے۔ اسے روٹھی یعنی ناراض رانی کا برج بھی کہتے ہیں۔ تاراگڑھ پر پانی پہنچانے کیلئے راجہ مالدیو والی اودے پورنے 1535ء میں یہاں چرخ بنوا۔

شروع کیا لیکن مکمل نہ ہو سکا چنانچہ شیر شاہ سوری بادشاہ نے ۱۵۴۲ء میں اسے مکمل کرایا۔

اجمیر کے تاریخی ادوار

اجمیر شر کا بلند چوہان راجہ اجے پال تھا۔ اس نے چھٹی یا ساتویں صدی ہجری میں یہ شر بسایا تھا۔ اولڈ اجمیر موجودہ اجمیر شریف سے تقریباً سات میل دور تھا اور موجودہ شر کی جگہ وہ شر نہ تھا۔ جب متعلہ علاقہ نور چشمہ میں آباد کاری ہونے لگی تو شر کی آبادی مشرق کی جانب بڑھتی گئی اور اس کا سن ۱۱۶۵ء-۱۵۶۱ھ تعین کیا جاتا ہے۔ اجمیر شریف کی آبادی مسلمان فاتحین اور حکمرانوں کی مرہون منت ہے۔

علاقہ جات اجمیر پر اجے پال (چکوا) سے لیکر پرتوی راج کے بھائی ہری راج تک چوہان راجپوت خاندان کے 27 راجاؤں نے فرمانروائی کی۔ ان کا عہد ۱۱۹۵ء سے ۱۱۹۵ء تک رہا۔ اس درمیان چند سال تک سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ) کی طرف سے سالار ساہو حاکم اجمیر رہا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے ۱۱۹۲ء میں اجمیر لٹھ کر کے پرتوی راج کے بڑے بیٹے کولاراج کو اجمیر میں اپنا با بگدار بنایا لیکن کچھ عرصہ بعد اس کے چھا ہری راج چوہان نے اسے لٹکت دیکر علاقہ جات اجمیر پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۹۵ء میں سلطان قطب الدین ایک نے ہری راج کو اجمیر سے نکل باہر کیا اور وہاں مسلمان گورنر مقرر کیا۔ سید حسین خنگ سوار اپنی شہادت تک حاکم اجمیر رہے۔

مختلف عہد حکومت

- (1) ترک افغان سلاطین دہلی شہاب الدین غوری قطب الدین ایک و غش الدین المتش وغيرہ۔ ۱۱۹۵ء تا ۱۴۰۰ء
- (2) مهارانا میواڑ (ہندو راجپوت) ۱۴۰۰ء تا ۱۴۵۵ء
- (3) سلاطین ماذو ۱۴۵۶ء تا ۱۵۰۴ء
- (4) مهارانا میواڑ (دوبارہ یہ خانوادہ حاکم ہوا) ۱۵۰۵ء تا ۱۵۳۳ء
- (5) سلطان گجرات (مغربی ہند) ۱۵۳۳ء تا ۱۵۳۵ء
- (6) رائے ٹھو رما وار (ہندو راجپوت راجہ) ۱۵۳۵ء تا ۱۵۴۴ء
- (7) سلاطین سور (شیر شاہ سوری اور جانشین) ۱۵۴۴ء تا ۱۵۵۶ء

- (8) شاہان مغلیہ (شہنشاہ اکبر تا بہادر شاہ اول) ————— 1556ء تا 1719ء
- (9) رائے ٹھوڑاواڑ (شاہان دہلی کے ماتحت) ————— 1720ء تا 1755ء
- (10) سندھیا کو الیار و مهاراجہ رام سنگھ (مریمہ خانوادہ) ————— 1756ء تا 1758ء
- (11) مریمہ سندھیا (صرف شر اجمیر پر حکومت تھی) ————— 1758ء تا 1787ء
- (12) رائے ٹھوڑ جودھپور (ہندو راجپوت) ————— 1787ء تا 1790ء
- (13) سندھیا کو الیار (مریمہ خاندان) ————— 1791ء تا 1818ء
- (14) ایسٹ انڈیا کمپنی - (شاہان دہلی کے تم پر) ————— 1818ء تا 1857ء
- (15) شاہانہ الگینڈ - شاہان برطانیہ بوساطت وائرے ————— 1857ء تا 14 اگست 1947ء
- (16) بھارتی سرکار 15 اگست ————— 1947ء تا حال

حضرت کی دعائیں

حضرت خواجہ غریب نواز پنے فیوض و برکات سے تادم حیات تو لوگوں کیلئے سراپا جنت و برکت تھے
ہی وصال کے بعد بھی دریائے فیض یا بنیں بلکہ آج بھی ایمان والوں اور عقیدہ مندوں کیلئے
ایک کنجینہ معانی اور دفتر مقبولیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز
بر کے بعض ایسے لشکے اور دعائیں ہدیۃ قارئین کرنے جاتے ہیں۔

مايوسی اولاد۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں، بعد نماز تین مرتبہ کئے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِذَا زَلَّتِ السَّاعَةُ شُوْفِيْعِيْمُ اس کو اولاد سے یوں ہوگی

رافع آسیب

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں۔ تین مرتبہ پانی میں پڑھ کر مونہ پر چھینٹانا رے یا کان
میں ڈال کرے وَإِذَا أَبْطَشْتُمْ حَبَارِينَ آسیب دفع ہوگا۔

زیادتی رزق۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں بعد نماز کثرت سے پڑھے۔

سُبْحَانَ الرَّبِّ يَعْلَمُ سَخْرَلَنَا وَمَا لَنَا مُقْرِبَيْنَ اس کی روز میں برکت ہوگی

نجاتِ مرض

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کوئی مرض ہو چکی کی تشریی پر لکھ کر مرضیں کو یا
تعوید کر گلے میں ڈالے کھیع چس۔ حمیعت ۱۳۲۳ شفا ہوگی۔
مقبولیت نماز۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں، بعد نماز کلمہ توحید تین مرتبہ پڑھ لینے سے نماز مقبول
ہو جائے گی۔ اَنَّ اللَّهَ يُسِّكِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ إِنَّ رَبَّكَ سَمِيعٌ عَلَّمٌ
روشنی چشم۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں، بعد نماز تین مرتبہ پڑھ کر انگلی پر دم کر کے آنکھیں لگانے

سے بصرات میں کمی نہ ہوگی بلکہ جو کچھ پیشتر نقصان پہنچ چکا ہے جاتا رہے گا۔
وَالسَّمَاءَ بَثَثْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِذَا الْمُرْسِعُونَ دَأَلَارَضَ فَرَشَنَهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ

تکمیل حاجات :-

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں ان آیتوں کو انگلشتری پر کندہ کر کر اپنے پاس رکھے۔
وَإِنِّي كَادَ الْمُلْكَ لِكَفَرَ وَالْيُزُّ لِقُوَّتِكَ بَأَبْصَارِهِمْ مَا سَمِعُوا لِذِكْرِ وَلِقُولُونَ
إِنَّهُ لَمَحْبُونَ وَمَا هَوْ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَلِيمِينَ ہر حاجت پوری ہوگی۔

اشیاء کم شدہ :-

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں اس آیت کو پڑھ کر گم شدہ تلاش کی جلتے تو انشاء اللہ
ضرور مجاہے کے عذر نہ غیب سے کوئی عمدہ نہ شے بلے گی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَحَدَّدُ مِنْ دُونِ
إِنَّ اللَّهَ أَنْذَادَ أَرْجُبَوْنَهُمْ كَحِبَّ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْخَدَ حُبَّ اللَّهِ دَلَوْرِيَّةُ الَّذِينَ
طَامُوا ذِيَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقَوَّةَ اللَّهُ يَعْلَمُ بِأَعْمَالِهِمْ رَأَتِ اللَّهُ شَدِيدُ الْعَذَابَ۔
ادائیگی قرض :-

حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں۔ صبح و شام سات مرتبہ پڑھ لینے سے انشاء اللہ
قرض ادا ہو جائے گا۔ رَبِّ هَبْتُ لِي مِنْ لَذُكَ ذُرْتَيَّةً طَيَّبَةً طَرِيكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ
تَرْقِيَ رَدْقِيَ۔

حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں۔ ابتداء ہمینہ کے جمع سے چالیس جمعہ تک
گیارہ مرتبہ بعد مغرب پڑھے۔ حَسْبُنَا اللَّهُ وَلَنْعُمُ الْوَكِيلُ ط اور سر جمعہ کے
بعد کاغذ پر اس آیت کو لکھ کر سوئیں میں ڈالتا جائے انشاء اللہ غنی اور تو انکے سوچائیں گا
وَلَقَدْ هَمَّنَا كُمْدَ في الْأَرْضِ وَجَعَلْتَ الْكَمْرَ فِيهَا مَعَ اِلِّيْشُ قِيلَامَ تَسْكُرُونَ ط

نجات مصائب :-

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں۔ اس آیت کے پڑھنے سے مصیبت سے نجات مل جاتی ہے۔
إِنَّ فِي فَنَقِ السَّمَاءِ دَأَلَارَضِ تَآتِيَ سُورَتَ تَكَ.

حصول مراد :-

حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں اس آیت کو پڑھ کر دعا کرے انشاء اللہ مراد پوری
ہوگی۔ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَيَّهُمْ قَاتَلُوا إِنَّمَا نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَ عِشْلًا مَا أَدَّيَ رَسُولُ اللَّهِ
اللَّهُ أَعْلَمُ حِينَئِيْتُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ط

معافی گناہ :-

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ آیت پڑھے انساء اللہ سب
گناہ معاف ہوں گے۔ اِنَّ الَّذِينَ اتَّقُوا ذَمَّا مَسَّهُمْ طَالِعُتْ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَلَّلُوا
فَإِذَا هُمْ مُبْصَرُونَ :-

بدخوبیا -

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں جیس شخص کو بدخوبی ہوتی ہو یا ریشان حواب دیکھتا ہو
اس آیت کو سوتے وقت پڑھے یا لکھ کر لے میں ڈالنے سے انساء اللہ بدخوبی سے محفوظ
رہے گا۔ فَلَمَّا أَقْوَى مُوسَى صَاحِبَتُمْ بِهِ السَّجْوَانَ اللَّهُ سَيِّطَلُهُ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُصْلِحُ عَمَلَ إِنَّمَا سِدِّيْنَ وَيُحَقِّقُ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَتِهِ وَلَوْ كُوْتَةُ الْمُجْرِمُونَ ط

ترقی علم -

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں ہر روز نماز صبح کے بعد پڑھا کریں مُنْهَا خلْقَنَا كُمْ وَ فِيهَا لِيَدُكُمْ
وَ مُنْهَا نُخْرِجُ كُمْ تَارَةً اُخْرَى ذہن اور علم میں ترقی ہوگی۔

مشکل کشائی -

حضرت غریب نواز فرماتے ہیں مصیبت کے وقت پڑھے انساء اللہ تعالیٰ انجات ہوں
کَإِلَهٌ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنَّمَا كُنْتُ مِنْ مَنَّ تَظَاهِرُ مِنْهُ ط

حمد طلبی :-

حضرت خواجہ غریب نواز قسم کی حل مشکلات کے لئے صبح کی نستول اور فراغتوں کے درمیان
اکالیں مرتبہ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھنا کرتے ہے
تھے اور جو لوگ وظائف دریافت کرنے آتے تھے حضرت ان کو اس کی ہی تبلیغیں فرماتے تھے۔

دعا چشت -

حضرت خواجہ غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ جو ذیل کی دعا صبح کے فرض پڑھنے کے بعد
خواجگان چشت کا معمول ہے۔ اللَّهُمَّ زِدْ نُورِنَا وَ زِدْ دُسُرُ وَ زِدْ فُرَزِ مَعِرِيقَتِنَا
وَ زِدْ طَاعَتِنَا وَ زِدْ نِعْمَتِنَا وَ زِدْ مَحْبَبَتِنَا وَ زِدْ سُوقَتِنَا وَ زِدْ جُوْلَنَا وَ زِدْ فَوَتِنَا
وَ زِدْ قُبُولَنَا وَ زِدْ إِنْسَانَنَا وَ زِدْ عِلْمَنَا وَ زِدْ حِلْمَنَا بِرَفِعَتِكَ دَا اَرَحَمَ اَرَامِمِينَ!

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا۔ جو شخص نمازِ عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک اللہ عز وجل کے یہ تین اسماء گرامی پڑھے گا اس کی کوئی مشکل اٹھنے نہ رہے گی۔

يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنَ يَا رَحِيمَ ط
زیارت حضورؑ۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے حضرت خواجہ قطب الدین نجتیار کا کو زیارت حضنو
رسول کریمؐ کے لئے ہرات کو ایک ہزار مرتبہ درود شریعت پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ حَسِّبْكَ رَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأَقِيمِ وَعَلَى آلِهِ
سِمْعُ عَظِيمٍ۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ اسمِ عظم یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یا قیوم پڑھ بیا کرے اور اپنی ہر ضرورت کے پورا ہونے کے لئے اللہ سے دعا کرے
فتحِ دشمن ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ حبِ دشمن کے سامنے جایا کرو ان اسماء گرامی کا
ورد کیا کرو۔ یا سبُوح یا قُدُس یا غُفور یا وَدُود۔
حاجت برداری ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ ارشاد فرماتے ہیں، ہر نماز کے بعد جو شخص یا شفیق یا فیق
نَحْنُ مِنْ كُلِّ يَقْتِيلَنَّے پڑھے گا اس کی ہر حاجت پوری ہوگی۔

دعائے قبوتؓ۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں فتوحات کے دروازے کھولنے کے واسطے ہر صبح تین
بار پڑھے۔ اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ ابْدَأْيُتُ دِبْرَ مِائَتَ اَقْدَأْيُتُ وَبِنُورِ قَذْبَكَ
اَهْتَدَيُتُ وَبِغَصْبِكَ اسْتَغْيِيَتُ وَاسْتَعْفَرَكَ رَأَتُوبُ اِلِيْكَ۔

ترقیِ تجارت۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں۔ جو کوئی فوائد اور تجارت کی ترقی کا خواستگار ہو تو
اس کو کہنا چاہیئے کہ یہ درود نیارہ پڑھے۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ خَبِيرَ
وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى جَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسَاجِدِينَ وَالْمُسِلِمَاتِ

رد شنی حشتم :-

آنکھوں کا درد دوسوئے اور رد شنی حشتم حاصل ہونے کے لئے آللہ کالا الہ
الاہو الحی القیوم۔ پڑھ کر انگلیوں کے سروں پر دم کر کے آنکھوں پر بھیرے
آللہ کالا الہ الاہو الحی القیوم پڑھ کر اسی طرح کرے۔ پھر اسی طرح
وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلَّهِ الْقَيْوُمُ پڑھ کر اسی طرح کرے۔

اولیاء اللہ کے ملفوظات سے گل ہائے رنگارنگ

ایک دن ایک یہودی نے حضرت علیہ سے کہا کہ آپ کوٹھے پر ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ آپ کا محافظ ہے۔ جواباً ”حضرت علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شروع سے لیکر آخر تک ہماری زندگی کا محافظ و ملی ہے۔ یہودی نے کہا کہ آپ کو خدا کی حفاظت پر اعتماد ہے تو کوٹھے سے چھلانگ لگائے۔ مگر مجھے بھی آپ کی بات پر یقین اور آپ کے خدا پر اعتقاد آجائے۔ حضرت علیہ نے فرمایا ”احمق خاموش بھلا بندے کی یہ مجال کہل کر اپنی بد نختی سے خدا کی آزمائش کرے۔“ یہ تو خدا ہی کا منصب ہے کہ وہ ہر سانس پر اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے مگر ہمارا حال ہم پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارا عقیدہ کتنا مضبوط ہے۔ تو پہلے اپنا امتحان کر اور اس کے بعد دوسرے کا۔ یاد رکھ اگر تیرے دل میں خدا کی آزمائش کی آرزو پیدا ہوئی تو تیرے دین کی مسجد کوڑے کر کرٹ سے بھر جائے گی۔

(مشنوی مولانا روم سے ماخوذ)

مولانا عبدالرحمان جامیؒ نے نغمات الانس میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ روز حشر ایک شخص اپنی مفلسی اور بدکداری کے سبب نا امید ہو جائے گا۔ حق سبحانہ فرمائیں گے کہ اے بندے اکیا تو فلاں فلاں محلہ میں فلاں فلاں عارف کو پہچانتا تھا۔ وہ جواب دے گا۔ ہاں میرے مولاؑ میں پہچانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جا ہم نے تجھے اس کے طفیل بخش دیا۔ گویا محض شناخت ولی وسیلہ نجات ہو گئی۔ اس پر ہم اولیاء اللہ کی دوستی و محبت اور ان کی سیرت اپنانے سے ناجی کیونکرنہ ہونگے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث کہ المرمع احباب یعنی قیامت کے دن انہیں اس کے ساتھ ہو گا جس کو وہ دوست رکھتا تھا۔ پھر ”تزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین“ بھی اسی ذیل میں ہے۔

اولیاء اللہ کے مزارات سے زیارت کرنے والا اسی قدر فیض لے سکتا ہے جس قدر اس نے اس بزرگ کی صفت کو پہچانا ہے اور اس صفت کی طرف متوجہ اور اس میں مستغرق ہوا ہے۔

زیارت مزارات سے مقصود یہ ہوتا چاہئے کہ توجہ حق سبحانہ کی طرف ہو اور اس برگزیدہ حق کی روح کو خدا تعالیٰ کی طرف کمل توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے۔

کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح مثلی صورتوں میں کسی مناسب صورت کے

ساتھ مثال ہو جاتی ہے۔ صاحب کشف اس کو بصیرت کی آنکھ سے اسی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ کسی بزرگ کی قبر پر پہنچ کر اپنے تیس تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کر کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ کیا نسبت ظاہر ہو۔ اسی نسبت سے صاحب قبر کا حال معلوم کرتے ہیں۔

سلسلہ علیہ چشتیہ کے بزرگ ہر اس مجاہدہ کو جو شریعت کے خلاف نہ ہو اور جس سے تزکیہ ہو سکتا ہو تسلیم کرتے ہیں۔ مخالفت نفس ان کے ہاں لازمی شے ہے ہاں نفس کو مہذب بنا سکیں وہ اس سے زیادہ تجلوز نہیں کرتے۔ ترک دنیا سے ان کی مراد محض اتنی ہے کہ اس دنیا میں دل نہ لگے، ورنہ لباس و طعام کے وہ خلاف نہیں۔

جب کوئی طریقت میں آئے تو لازم ہے کہ سر کے بل کثرواڈا لے کیونکہ راہ طریقت میں پہلا قدم سربازی ہے۔ کیونکہ جس نے سر کے بل کثرواڈا لے گویا سر کو کاٹ ڈالا۔ جس طرح سر کئے ہوئے سے کوئی کام نہیں ہو سکتا اسی طرح منصب ہے کہ اس سے بھی کوئی تاسیع کام وجود میں نہ آئے۔

سید الشدائے حضرت امام حسینؑ نے وقت شہادت اپنے صاحبزادے حضرت زین العابدینؑ کو یہ وصیت فرمائی کہ ”تمہارا جسم چھوٹا ہے لیکن ایک بڑا جہاں تمہاری ذات میں پہنچا ہے۔ (صرف) اسی میں غور و فکر کرنا تمہارے لئے کافی ہے۔“ فی الواقع انسان اپنے نفس پر غور کرے تو تمام کائنات کا جلوہ اس میں نظر آئے گا۔

انبیاء علیهم السلام کو وہی طور پر اولیاء اللہ کو کبی ذریعہ سے اخلاق اللہ کا نمونہ تسلیم کرنا ضروری ہے، ورنہ ہدایت مسدود اور ختم ہو جائے گی۔ موت و حیات اللہ جل شانہ کی شان اور قدرتوں کی نشانیاں ہیں۔ حیات اصل و مستقل ہے، موت عارضی اور منفی ہے۔ اخلاق اللہ قبول کرنے کی وجہ سے صفت حیات، انبیاء و اولیاء کو عطا کی گئی ہے اس لئے موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ موت کا تصور باندھتے ہیں وہ گویا موت کو حیات کا مدقائق سمجھتے ہیں اور یہ ہر آئینہ غلط ہے۔ موت محض عارضی اور درمیانی وقفہ ہے اور اس وقفہ اور عرصہ میں مدارج بھی طے ہوا کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض گنہ گار قبروں سے پاک اٹھیں گے۔ اس کی رو سے تو موت میں بھی حیات کی شکل موجود ہے۔ پھر انبیاء اور خصوصاً ”نبی اکرم“ کی حیات ظاہری میں خواب و بیداری ایک ہی کیفیت رکھتی تھی۔ اس طرح بعد رحلت حضور اعلیٰؑ کی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔

نقر کے لغوی معنی تو احتیاج کے ہیں، لیکن اہل معرفت کے نزدیک اس سے مراد مفلسی یا فاقہ کشی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے بے نیازی ہے، حقیقی نقر وہ ہے جس کا اعتکو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر ہو اور جو مخلوق کے مقابلے میں خوددار لیکن خالق کے آگے بندہ عاجز ہو۔ خالق جو کچھ بھی دے خواہ کم ہو یا زیادہ اس پر قلع و شاکر رہے اور مخلوق کی دولت و جذہ کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے۔ ایسا بندہ اللہ کا فقیر ہوتا ہے نہ کہ بندوں کا۔ جو شخص اپنی حاجت مندی کو غیر اللہ کے سامنے پیش کرے اور جسے مل کی حرص دوسروں کے آگے سرجھانے اور ہاتھ پھیلانے پر آمادہ کرے وہ عارفوں کی نگاہ میں منگتا دریوڑہ گر ہے، فقیر نہیں ہے۔

جس طرح کہ خداوند تعالیٰ کا شکر حد امکان و طاقت سے باہر ہے، اسی طرح سے مج و شاء سید کائنات نظر موجودات ﷺ شرح و بیان سے زائد ہے۔ خدا تعالیٰ کے سوا کل موجودات کے معین حضرت محمد ﷺ ہیں اور ذات خدا کی کل محبات کے ظاہر کرنے والے حضرت احمدؓ ہیں۔ تمام انوار علوی ان کے پرتو نور سے ظاہر ہیں۔

مخلوکہ شریف کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ”اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے۔ ایمان باطنی اعتقد کا دین ان ہر دو کے مجموعے کو کہتے ہیں۔“ ایک مرتبہ کوئی شخص حضرت بیبا فرید الدین سعیخ شکر کی خدمت میں آیا اور ان سے بے باکی سے کہنے لگا ”توبت بن کر بیٹھ گیا ہے۔“ بیبا صاحب نے نرمی سے جواب دیا۔ ”من نہ ساختہ ام، خدا تعالیٰ ساختہ است۔“

(فواہد الفوار)

انسان یہ دنیا چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اس کی یاد حضور کے حافظے میں پیچھے رہ جاتی ہے اکثر لوگ اپنی یاد پوری قوم اور بیشتر مخلوق کے حافظے پر ثبت کر جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور شہید نہیں مرتے۔ وہ چاہے جس طرح بھی زندہ رہتے ہوں۔ ایک صورت ان کی زندگی کی یہ بھی ہے کہ ایک پوری قوم یا میں نوع انسان کی کثیر تعداد انہیں یاد کرتی رہتی ہے۔ عام انسان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انسان تو نہیں رہتا لیکن اس کے اعمال رہ جاتے ہیں جو کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے۔ یہی اعمال اس کی پونجھی ہیں۔ یہی اس کی آل اولاد اور یہی اس کی کمالی ہے۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاً حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کو جا رہے تھے کہ راستہ میں آپؑ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ آیا قطب

صاحب کو آئے جانے والوں کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ جب آپ قبر شریف کے نزدیک پہنچے تو مرقد سے آواز آئی:

مرا زندہ پندار چوں خوشن

من آیم بجال گر تو آئی بہ تن
 کسی نے حضرت شبلیؒ سے امتحاناً پوچھا کہ زکوٰۃ کتنے پر ہوتی ہے۔ فرمایا فقہا کے ملک پر جواب چاہتے ہو یا فقراء کے؟ کہا دونوں کے۔ حضرت نے فرمایا کہ فقہا کے مذہب کے مطابق ایک سال گزرنے پر دو صد درہم میں سے پانچ درہم اور فقراء کے ملک پر فوراً "پورے دو صد اور اس مذرانہ کی خوشی میں اپنی جان بھی سر پر رکھ کر پیش کرنی چاہئے۔ سائل فقیہ نے عرض کیا کہ ہم نے یہ مذہب آئمہ دین سے حاصل کیا ہے حضرت شبلیؒ نے فرمایا ہم نے یہ ملک حضرت ابو بکر صدیقؓ سے حاصل کیا ہے کہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب سرور عالمؐ کے سامنے رکھ دیا اور اپنی جگر گوشہ (حضرت عائشہؓ کو شکرانہ میں دیا۔

مسجد — سگ و خشت کی چار دیواری، ایک انداز فگر اور ایک طرز حیات کا ہم ہے۔ خلقہ کا باقاعدہ نظام اگرچہ چوتھی صدی ہجری میں جاری ہوا اور صوفیائے کرام نے اسے عبادت و ریاضت کے لئے مخصوص کیا۔ مگر اس طرح کے مقام کا ثبوت عدد صحابہؓ میں بھی ملتا ہے جس میں بے وسیلہ اور دنیا سے منقطع عابد و زاہد لوگ خدا تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کیا کرتے اور دنیا داروں سے دور رہ کر اللہ پاک سے تعلق قائم کرتے تھے۔ خلقہ میں ایک سبق یہ ملتا تھا کہ حصول مسرت کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک قناعت اور دوسرے رفتہ نظر۔